دل میں اُتر جائے...

نوید ناظم

درِ احساس
پبلیکیشنز

دل میں اُتر جائے...

نوید ناظم

نام کتاب ---------------------- دل میں اتر جائے...

مصنف ---------------------- نوید ناظم

ناشر ---------------------- درِاحساس پبلی کیشنز

کمپوزنگ وڈیزائننگ ------------- طلحہ فائن پرنٹرز۔ رائل پارک لاہور

ایڈیشن ---------------------- اول

سن اشاعت ------------------ 2017ء

تعداد ---------------------- 1000

قیمت ---------------------- 400روپے

درِاحساس
پبلیکیشنز
509, H-2, Johar Town, Lahore
0321 4242709

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اندازِ بیاں گرچہ بہت شوخ نہیں ہے
شاید کہ اتر جائے ترے دل میں میری بات

(علامہ محمد اقبالؒ)

انتساب

جس کے نام سے زندگی منسوب ہے......
اُسی کے نام......
حضرت واصف علی واصفؒ کے نام!!

''الفاظ سے ماحول روشن کیا جائے۔ الفاظ سے دلوں کوخوش کیا جائے۔ الفاظ سے تعمیرِ ملت کے عظیم کام میں شامل ہونے کے لئے لوگوں کوآمادہ کیا جائے۔ الفاظ حقیقت ہیں۔ الفاظ امانت ہیں۔ الفاظ دولت ہیں۔ الفاظ طاقت ہیں۔ انہیں ضائع نہ کیا جائے۔ انہیں رائیگاں نہ ہونے دیا جائے۔''

(حضرت واصف علی واصفؒ)

حرفِ آغاز

کچھ عرصہ قبل میرے ایک جاننے والے مجھے ایک درویش کے پاس لے گئے......درویش کی نظر اور دور اندیشی معروف تھی۔ ملاقات خوب رہی اور گاہے گاہے حاضری کا لطف اٹھانے کا موقع ملتا رہا۔ ایک دن میں نے درویش کو اپنا ایک خواب بیان کیا تو اس نے وہ خواب سن کر کہا کہ تمہارے شیخ تم سے کچھ چاہتے ہیں......" کچھ کرو"۔ میں نے بات کو ignore کر دیا۔ پھر ایک دن ایسے ہی جب ایک اور اسی طرح کا خواب بیان کیا تو درویش جلال میں آ گیا اور بولا' تم کو جو کہا تھا وہ کیا؟......اگر اب بھی کچھ نہ کیا تو ساری زندگی ہاتھ مَلتے رہ جاؤ گے' خیال کا دھارا جو تمہاری طرف بہہ رہا ہے اس کا رخ بدل دیا جائے گا اور تمہارے پاس سوائے پچھتاوے کے اور کچھ نہ ہوگا۔ مجھے اس جلال کی خاص سمجھ تو نہ آ سکی لیکن اپنے شیخ حضرت واصف علی واصف کی خدمت کا خیال دل میں لیے گھر واپس آ گیا۔ سنا یہی تھا کہ خیال کی خدمت بھی خدمت ہوا کرتی ہے۔ یہ وہ دن تھے کہ خیال امڈ امڈ کر آ تا' خیال کو الفاظ تو مل جاتے مگر الفاظ کی ترتیب نہ بن پاتی۔ بات اگرچہ بامقصد ہوتی مگر بے ربط ہونے کی وجہ سے قلمبند کرنے کے لیے مناسب انداز میسر نہ آتا۔ وقت یوں ہی گزرتا رہا اور میرے دل میں درویش کی بات چوٹ لگاتی رہی......" کچھ کرو" ......" کچھ کرو"......کچھ تو کرو۔ کیا کرتا' بس صبر کرنا ہی مناسب معلوم ہوا۔ بہرحال مجھے اس بات کا یقین تھا کہ دیر میں خیر ہوتی ہے' دیر چونکہ ہو چکی تھی اب خیر ہی خیر تھی۔

پھر یوں ہوا کہ ایک دن ایک درِ خیر پر میری ملاقات ایک درویش منش

انسان ڈاکٹر اظہر وحید صاحب سے ہوئی۔ ڈاکٹر صاحب کی طبیعت میں حلم اور باتوں سے علم چھلک چھلک جاتا۔ آپ حضرت واصف علی واصف کا وصف اور فیض لیے بیٹھے ہیں۔ اب ڈاکٹر صاحب سے میری ملاقات کا قصہ بھی سن لیجیے کہ میں غائبانہ طور پر انھیں جانتا تھا اور ملاقات کا شوق بھی دل میں تھا لیکن ملنے کے لیے کبھی کوشش نہ کی تھی؛ اس کی وجہ یہ کہ میرے دل میں آرزو تھی کہ میں ڈاکٹر صاحب سے نہ ملوں بلکہ مجھے ان سے ملوایا جائے۔ یہ آرزو دراصل ان آرزوؤں کی طرح تھی جو میرے دل میں جنم لیتیں تو میں سبب کا حصہ بنے بغیر مسبب کے حوالے کرتا اور انھیں سرخرو ہوتے دیکھ لطف لیتا۔ میرے خیال میں زندگی کا لطف حاصل کرنے کے لیے یہ ضروری بھی ہے۔ خیر...... ایک دن مجھے ایک اور جاننے والے کا فون آیا کہ اُسے ڈاکٹر صاحب سے ملنا ہے، میں نے کہا مل لیجیے اور ساتھ ہی ایڈریس اسے بتا دیا لیکن موصوف کو ضد یہ تھی کہ میں بھی ساتھ چلوں۔ اب بات کچھ حیران کن تھی کہ جناب میرے ساتھ ہی جا کر کیوں ملنا چاہتے ہیں مگر اس ''کیوں'' کا جواب میری طرح اسے بھی آج تک نہ مل سکا۔ پروگرام طے پایا اور ایک رات ہم ڈاکٹر صاحب کے پاس پہنچ گئے۔ چائے پلائی گئی، بسکٹ کِھلائے گئے اور یوں کھانے پلانے کے ساتھ ساتھ ''واردات'' کر دی گئی۔ یہ بات کوئی انوکھی یا انہونی نہ تھی، صدیوں سے بزرگوں کا طریقہ ''واردات'' یہی رہا ہے۔ وہ کھلا کر انسان کے اندر فاقہ مستی پیدا کرتے ہیں اور پلا کر اس کے اندر کی پیاس کو بھڑکا دیتے ہیں۔ ڈاکٹر صاحب کی طرف سے ملنے ملانے اور آنے جانے کا حکم ایک مشورہ کی صورت میں دے دیا گیا اور میں نے یہ مشورہ قبول کر لیا۔ اب اکثر ہفتہ کی رات اُن کے پاس جا پہنچتا اور وہیں پر ایک مختصر محفل بھی رات گئے تک بپا

رہتی۔ محفل کا رنگ جیسے جیسے چڑھتا، دلوں کا زنگ ویسے ویسے اُترتا اور اسی دوران اپنا کام بھی ہو جاتا۔ اب بے ربط جملوں میں ربط آنا شروع ہو گیا تھا اور خیال کو الفاظ ملنے لگے۔ یوں بات بنتے بنتے کتاب بھی بن گئی۔ مگر کتاب کا اصلاح سے گزرنا ضروری تھا کیونکہ اس کتاب کا مقصد مسافروں اور سالکوں سے دعا لینا ہے، ان کو کسی فکری غلط فہمی کا شکار کرنا نہیں۔ اصلاح کے لیے میں نے ایک بار پھر ڈاکٹر صاحب سے رجوع کیا اور اس بار بھی کمال شفقت اور مہربانی فرماتے ہوئے اصلاح کی حامی بھر لی گئی۔ میرا خیال تھا کہ چند ایک جملے دیکھے جائیں گے اور سرسری سی نظر دوڑانے کے بعد کتاب کو O.K کر دیا جائے گا، مگر ایسا نہ ہوا...... یہاں بات سطروں سے آگے گزر کر حرفوں، کوموں اور نقطوں تک آ گئی۔ لفظ کی حرمت کیا ہے اس کا اندازہ مجھے اس وقت ہوا جب یہ کتاب اصلاح کے مرحلے سے گزر رہی تھی۔ کسی جملے میں اگر کوئی فکری جھول ہوتا تو جملہ واپس کر دیا جاتا، جہاں ادبی خامی نظر آتی فوراً دور کرنے کے لیے کہہ دیا جاتا۔ یوں ایک کڑی ریاضت کے بعد اصلاح کا باب مکمل ہو گیا۔ مگر اصلاح کا باب کبھی مکمل نہیں ہوتا...... مسافر اور سالک کے لیے زندگی کا سفر اصل میں اصلاح کا سفر ہے۔ وہ ہر لمحہ کچھ نہ کچھ سیکھتا رہتا ہے۔ علم کی طلب اسے تڑپاتی، دوڑاتی اور بھگاتی رہتی ہے۔ وہ دَر دَر کی خاک چھانتے ہوئے بالآخر کسی در کا خاک نشین ہو جاتا ہے اور یوں علم کا دَر اس پہ وا ہونے لگتا ہے۔

ممکن ہے اس کتاب سے اردو ادب کی خدمت نہ ہو سکے مگر اُس ادب کی خدمت ضرور ہو گی جو مسافروں کو درکار ہوتا ہے۔ ایسا نہیں کہ یہ کتاب مسافر کے لیے کوئی نشانِ منزل ہے مگر یہ کہ اُس کے راستے میں جلتا ہوا ایک چھوٹا سا چراغ ضرور ہے۔

جس سے مسافر کچھ دیر کے لیے کچھ روشنی لے سکتے ہیں۔ یہ راستے سے آتی ہوئی ایک صدا ہے کہ...... ''چلتے چلو''...... ''چلتے چلو''۔ یہ رات کے اندھیرے میں دور کسی گلی سے اُبھرنے والی آواز ہے کہ ''جاگتے رہو''...... ''جاگتے رہو''۔ بس ایک چھوٹا سا تحفہ ہے ان کے لیے جو خیال کے سفر پہ نکلے ہیں۔ شاید کسی کے دل میں کوئی بات اُتر جائے اور اس کی دعا سے ہماری بھی بات بن جائے۔

نوید ناظم
0301-4343074

وہ بھی کیا انسان ہے جو اپنی زندگی 'Cyclon' کی طرح گزارے کہ جو اِس کی زد میں آ جائے' اُسے اُڑا کے رکھ دے......اچھا انسان وہ ہے جو دشمن کے پاس سے بھی معطر فضا کی طرح گزرے...... جو دوسروں کی ڈھارس بندھاتا ہوا جائے اور دوسروں کو مایوس کرتا ہوا نہ جائے...... جو رہنمائی نہیں کرتا وہ رہزنی تو نہ کرے۔انسان کہتا ہے کہ میں صراطِ مستقیم پر ہوں اور اگر تمہیں اختلاف ہے تو پھر ابھی پُل صراط سے گزرنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔ جو اپنے لیے تقویٰ اور دوسروں کے لیے فتویٰ رکھتا ہے اُسے اپنے متقی ہونے کے دعویٰ پر غور کرنا چاہیے......آج تک کسی مسلمان نے یہ نہیں کہا کہ اللہ کے سوا کوئی دوسرا معبود ہے اِس کے باوجود بھی مسلمانوں پر شرک کے فتوے ہیں......کلمہ پڑھ کے انسان کفر سے نکلتا ہے اور آج کلمے کا ورد کرنے والوں پر بھی کفر کے فتوے لگ جاتے ہیں......استغفراللہ! انسان اصل میں اسلام سے زیادہ اپنے مزاج کو مانتا ہے......اسلام اپنے مخالف کو برداشت کرنے کی بات کرتا ہے مگر یہ مسلمان کا مزاج ہے جو اپنے علاوہ کسی اور مزاج کو برداشت نہیں کر رہا......کوئی مسلمان کسی مسلمان کو دعا دینے پر راضی نہیں...... ایک دوسرے کے قریب آنے پر راضی نہیں......ساتھ مل کر نماز پڑھنے پر راضی نہیں۔جہنم کی آگ سے ڈرنے والا نفرت کی آگ سے کیوں نہیں ڈرتا......حسد کی آگ سے پناہ کیوں نہیں مانگتا......انسان کو چاہیے کہ انسان سب مسلمانوں کے لیے سلامتی کی دعا کر کے سلامتی میں آجائے کیونکہ جو سلامتی میں آگیا وہ جنت میں آگیا...... جنت کو سلامتی کا گھر کہا گیا ہے!!



جس کی ذات انسان کے لیے حجت نہیں......اُس کی بات بھی انسان کے لیے حجت نہیں.



ضرورت کی چیزیں ہونے کے باوجود اگر چیزوں کی ضرورت ہوتو انسان کا سکون سے محروم ہو جانا لازمی ہے.......شہرت پانے کی تمنا جس میں ہے وہ چین کیسے پائے گا۔ جسے زندگی میں قناعت نہ ملے اُسے زندگی میں راحت بھی نہیں ملتی۔ جو اپنے موجود پر خوش نہیں اپنے وجود پر خوش نہیں...... جو اپنے آپ پر خوش نہیں‘ ماں باپ پر خوش نہیں اُس نے کیا خوش ہونا ہے۔ دنیا کی طلب میں مبتلا انسان طلب کی دنیا سے نا آشنا ہے...... بینک بیلنس کی فکر نے انسان کی زندگی کو اَن بیلنس کر دیا ہے۔ نفع اور خسارے کی بات کرنے والا اب نظر اور نظارے کی بات نہیں کرتا......انسان یہ نہیں سمجھ رہا کہ زندگی میں صرف رنگینیاں نہیں بلکہ زندگی میں رنگ بھی ہیں......زندگی میں صرف خرید وفروخت نہیں ہے‘ زندگی میں یار اور دوست بھی ہیں......زندگی میں صرف سیاست‘ صحافت اور شہرت ہی نہیں بلکہ اِس میں محبت‘ الفت اور چاہت بھی ہے۔ یہ سب بھی ضرورت کی چیزیں ہیں اگر انسان چیزوں کی ضرورت سے آزاد ہو کر سوچے۔



آج کا انسان خالی دل تو گوارہ کر لیتا‘ خالی جیب گوارہ نہیں کرتا!!



میرے واعظ دوست ! لوگوں کو تمہارے علم سے زیادہ تمہاری ضرورت ہے......لوگوں کو صرف علم نہ دو بلکہ اُن کا ساتھ دو......تم لوگوں کو محبت کا درس دیتے ہو' محبت نہیں دیتے......جس پر زمین تنگ ہو اُسے آسمان کی فراخیاں دکھانے سے پہلے اُس کی زمین تو کشادہ کرو......غریب کو لفظوں کی سخاوت کی نہیں پیسوں کی سخاوت چاہیے......تقریر کے سخی نہ بنو کہ سخاوت پر تقریر ہوتی جائے......درحقیقت' بڑی بڑی باتیں بڑا علم نہیں......چھوٹے چھوٹے کام بڑا علم ہے......دردمندوں کا درد بانٹنا بڑا علم ہے...... لوگوں کو deal کرنا اور لوگوں کو Treat کرنا یہ بھی بڑا علم ہے...... انسان' ضرورت کے وقت ضرورتمند کے کام آ جائے تو یہی بڑا علم ہے۔



اللہ' کریم ہے......اتنا کریم کہ ہم اللہ کی نہیں سنتے مگر پھر بھی اللہ ہماری سنتا ہے!



ریاکاری کا مطلب ہے کہ......عمل اور ہے......اور......نیت اور!!



امیر آدمی اپنی دولت کی حفاظت کرتا ہے......غریب کو چاہیے کہ وہ بھی اپنی غریبی کی حفاظت کرے۔ امیر کو ڈر ہوتا ہے کہیں اُس کا پیسہ اُس سے چلا نہ جائے...... غریب کو ڈر ہونا چاہیے کہ کہیں اِس سے شُکر نہ چلا جائے۔ مالک کی ''ونڈ'' پہ ''رولا'' پانے والا دل نہ مل جائے...... محنت کے قصیدے گانے والے اور کوشش کے نتیجے دکھانے والے لوگ کہیں انسان کو دوسروں کا مقدر دیکھنے سے اندھا ہی نہ کر دیں۔ امیر ڈرتا ہے کہ اس کا مال نہ کوئی لے جائے' غریب دھیان کرے کہ اس کا خیال نہ کوئی لے جائے......اس کے پاس ایک امید ہے کہ اللہ بہتر کر دے گا' اب ایسا نہ ہو وہ بہتری کا خیال بھی نہ رہے......غریب اپنی اس امید کی حفاظت کرے' یہی امید اس کی دولت ہے۔ جس کے گھر میں چراغ نہیں جل رہا وہ دل کا چراغ تو نہ بجھنے دے...... مال کی روشنی نہیں تو خیال کی روشنی تو ہو......زندگی میں پیسہ نہیں' زندگی میں اندھیرا تو نہ ہو۔ بات یہ ہے کہ جس انسان کا خیال روشن ہو گیا اُس کی زندگی روشن ہو گئی...... وہ دولت کی آرزو اور غریبی کے ڈر سے نجات پا گیا۔



محبت اپنے عمل کا نام نہیں ہے......محبت اُس کے فضل کا نام ہے!



جو انسان زندگی میں راضی نہ ہوا' جو زندگی پر راضی نہ ہوا وہ موت اور مرنے کے بعد کیا راضی ہوگا......گلہ اصل میں گلے پڑنے والی چیز ہے......گلہ کرنے والا کہتا ہے کہ اُس کے پاس سکون نہیں وہ اِس لیے گلہ کر رہا ہے حالانکہ وہ گلہ کر رہا ہے اِس لیے تو اُس کے پاس سکون نہیں۔ زندگی اصل میں عطا ہے اور بعد کے سارے واقعات عطا در عطا ہیں' اب جو پہلی عطا کو تسلیم نہ کرے اُس پر اور عطا کیسے ہو۔ انسان سوچنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور سوچتا ہے کہ اِس کے پاس کچھ نہیں' بولنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور بولتا ہے کہ اِس کے پاس کچھ نہیں' دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہے اور یہ نہیں دیکھتا کہ نوازنے والے نے اِسے کیسے نوازا ہے...... اِس کے لیے ماں باپ' بہن بھائی' دوست احباب پیدا کیے ہیں' پھر درمیان میں کچھ دشمن ہیں' کچھ حسد کرنے والے بھی ہیں......اپنے پرائے سب ہیں' مطلب یہ سب رونقیں اسی کے لیے ہیں۔ خالق نے انسان کے پاس مایوس ہونے کے لیے کوئی جواز باقی نہیں چھوڑا' اب انسان کا مایوس ہونا نہ صرف ناشکری ہے بلکہ کم ظرفی اور کم نظری بھی ہے۔ زندگی میں مشکلیں آتی ہیں مگر دنیا کی کوئی مشکل ایسی نہیں جو آسان نہ ہو جائے' اِس کی زندگی میں تکلیفیں بھی آتی ہیں مگر دنیا کی کوئی تکلیف ایسی نہیں جو راحت میں نہ بدل سکے...... یہ ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے......سب کچھ بدل سکتا ہے اگر انسان کا زاویۂ نظر بدل جائے۔ جس کا زاویۂ نظر بدل گیا سمجھو اُس کا مقدر بدل گیا!!



تقدیر......تدبیر پہ وارد ہوتی ہے!



اللہ کا حکم ماننے کے لیے ضروری ہے کہ کوئی ذات ہو جو بتا دے کہ اللہ کا حکم یہ ہے...... ورنہ انسان اللہ کے حکم کے نام پر صرف اپنی مانتا جائے گا۔ اللہ کا حکم لوگوں کے لیے آتا ہے مگر لوگوں کی طرف نہیں آتا' یہ پیغمبروں کی طرف آتا ہے...... زبان پیغمبر کی حکم اللہ کا...... آج تک ایسا نہیں ہوا کہ اللہ نے کسی قوم کی طرف کتاب اُتار دی ہو اور کہا ہو کہ اِس میں سے دیکھ دیکھ کر میرا حکم مانتے رہنا۔ کتاب ہدایت ہے' جب ہادی کی زبان سے سنی جائے۔ اللہ کتاب میں بتاتا ہے کہ وہ کیا چاہتا ہے مگر وہ کیسے چاہتا ہے یہ انسان بتائے گا۔ اللہ کا حکم صرف پڑھ کر ماننے سے ممکن ہے کہ انسان غلطی کر جائے کیونکہ پڑھنے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ اس لیے انسان کو چاہیے حکم ماننے سے پہلے حاکم کی تلاش کرے یا کم از کم اُس کی جستجو تو کرے...... کسی ایسے شخص کا حکم مان کر دیکھے جو اللہ کا حکم ماننے والا ہو...... اُس کی راہ پر چل کر دیکھے جس پر انعام ہوا ہو!!



ناکامی کا ڈر انسان کو ناکام کرتا ہے...... کامیابی کی امید' آدھی کامیابی ہے!



دل جو کر سکتا ہے .... دماغ وہ سوچ بھی نہیں سکتا!



جھگڑالو آدمی کی بدنصیبی یہ ہے کہ وہ محبت کے نام پر بھی جھگڑا کرتا ہے...... وہ اپنی کاروں اور دیواروں پہ لکھتا ہے "میں نوکر صحابہ دا"..... "میں نوکر اہلبیت دا"، مگر حقیقت یہ ہے کہ وہ صحابہ کو مانتا ہے نہ اہلبیت کو، وہ صرف جھگڑے کو مانتا ہے۔ محبت میں انسان محبوب کے علاوہ ہر چیز سے بے نیاز ہوتا ہے...... مگر ایسے انسان کا مزاج ایسا بن چکا ہوتا ہے کہ وہ جس بزرگ کے نام پر جھگڑا کر رہا ہے اگر وہ بزرگ بھی اسے کہے کہ ایسا نہ کرو تو اِس بات پر بھی جھگڑا شروع کر دے گا۔ محبت کی سند صرف محبوب سے ملتی ہے اور جسے مل جائے وہ محبوب کے نام پر محبت کرتا ہے، جھگڑا نہیں...... وہ لوگوں کے عقیدوں اور عقیدتوں کا احترام کرتا ہے...... اُن کی وابستگیوں کا خیال رکھتا ہے...... اُس کا دل پھول کی طرح کھلتا اور دروازے کی طرح کھلتا ہے...... وہ تنگ دل ہوتا ہے نہ سنگ دل۔ انسان کو چاہیے کہ انسان جس سے محبت کرتا ہے اُسے راضی کرے، اُس کے نام پر لڑائی نہ کرے...... نعروں سے نکل کر جلووں میں آئے...... جس سے محبت ہے اُس کے نام پر اتنا تو کرے کہ جھگڑا نہ کرے ...... Universal بات کو Controversial نہ بنائے...... کتنی عجیب بات ہے کہ جب محبوب پوچھے کہ میرے لیے کیا کیا تو انسان کہے کہ آپ کے نام پر جھگڑا کیا...... لوگوں کے ساتھ بحث کی، اُن کے دل توڑے...... تو کیا لوگوں کے دل توڑنے والے کو محبوب دل سے لگا لے گا؟



جھوٹے آدمی کے لیے مشکل ترین کام کونسا ہے......؟
سچے آدمی کے ساتھ چلنا!!



ایمان کا بھی ایک چہرہ ہوتا ہے......ایمان کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ تمہارا ایمان کیا ہے تو انسان اُس وقت اپنے ایمان کی طرف ہاتھ کا اشارہ کر کے بتا سکے......ایمان کو دکھا سکے کہ یہ ہے......اور اُس ایمان پر ایمان بالغیب ہوتا ہے......اور لاریب ہوتا ہے......کتاب پڑھ کے ذہن میں کسی تخیل کو قائم کر لینے کا نام ایمان نہیں ہوتا!!



دوسرے انسانوں کا خیال رکھنے کے لیے خود انسان ہونا پڑتا ہے......اور یہ ایک کٹھن کام ہے!



اگر تمہاری Priority دنیا ہے......تو تمہارا انجام بھی وہی ہے جو دنیا کا انجام ہے!!



وہ خیال جو دل میں آتا ہے......وہ خیال اپنا نہیں ہوتا۔



انسان اُس وقت تک خود کو دوسروں سے بلند نہیں سمجھتا جب تک وہ دوسروں سے پست نہ ہو جائے۔ انسان اُس وقت تک علم کا دعویٰ نہیں کرتا جب تک جاہل نہ ہو جائے......اور انسان اُس وقت تک کسی کی تذلیل نہیں کرتا جب تک خود ذلت کا شکار نہ ہو جائے



سورج کے خلاف........سوائے چمگادڑ کے اور کوئی نہیں بولتا!!



درویش کی بات کو غور سے سننا چاہیے......اُس کی بات کے اندر ''خبر'' ہوتی ہے!



دو کام کبھی نہیں کرنے چاہیں......ایک وہ جس سے دکھاوا ہو......اور دوسرا وہ جس سے پچھتاوا ہو!



انسان اپنے اردگرد کی خبر رکھتا ہے مگر انسان اپنے اندر کی خبر نہیں رکھتا...... یہ چارہ سازیاں کرنا بھول گیا ہے اور چالبازیاں کرنا سیکھ چکا ہے۔ اپنے مکان کا صحن کھلا کرتے کرتے انسان کا دل تنگ ہو گیا...... دل میں جستجو، بات میں خوشبو اور آنکھ میں آنسو نہ رہے...... انسان کی ترقی اِسے بے بسی اور بے کسی تک لے آئی...... اپنے نام کے ساتھ بڑے بڑے القاب لگانے والا محبوب سے منسوب نہ ہو سکا...... نظر نظارے سے اور دِل جلوے سے محروم ہو گیا...... بازار، کاروبار سے بھر گئے اور کاروبارِ ذوق ویراں ہوتا گیا...... انسان چیزوں کے پیچھے بھاگتے بھاگتے چیزِ دِگر بن کے رہ گیا...... اِس کے خیال میں وہ رعنائیاں نہ رہیں، سوچ میں وہ گہرائیاں نہ رہیں۔ اپنے اردگرد کی خبر رکھنے والا نظر سے محروم ہو گیا...... انسان کو اپنے اندر جھانکنے کی ضرورت ہے!!



انسان کے اندر ہزار مئے خانے چھپے ہوں...... لیکن انہیں ظہور میں لانے کے لیے ایک ساقی درکار ہوتا ہے!



جس کو مہربان تسلیم کر لیا...... پھر اس کی ہر ادا مہربانی ہے!



خود غرض آدمی مفلس ہوتا ہے......اُس کا مال اور اثاثہ کسی کام کا نہیں ہوتا کیونکہ کسی کے کام نہیں آتا۔ وہ ساری زندگی اپنے لیے جیتا ہے اور جینے کا راز اُس پر نہیں کھلتا۔ اُس کی انا اُسے وفا سے آشنا نہیں ہونے دیتی۔ وہ اپنے نفس کو اپنا سمجھتا ہے اور اپنوں کو غیر۔ اُس کا گِلہ ختم نہیں ہوتا' زندگی ختم ہو جاتی ہے۔ اُس کے لیے فائدہ اور نقصان صرف یہی ہے کہ پیسے کم یا زیادہ ہو جائیں۔ اُس کی نظر' منظر آشنا نہیں ہوتی۔ اُس کا خیال' مال سے متعلق رہتا ہے اور حال سے لاتعلق۔ وہ صرف کھانا اور پینا جانتا ہے' مرنا اور جینا نہیں جانتا۔ ایسا آدمی دنیا کے ہاتھ میں ہوتا ہے اور سمجھتا ہے کہ دنیا اُس کے ہاتھ میں ہے' یہ دنیا کو آباد کرتا ہے اور دنیا اسے برباد...... دنیا حاصل نہ ہو تو سراب ہے' حجاب ہے اور حاصل ہو جائے تو حساب ہے' عذاب ہے۔ اگر دنیا کی محبت چھوڑ دی جائے تو یہی دنیا عاقبت ہے اور آخرت ہے' بس یہ بات دنیا دار کے لیے سمجھنا مشکل ہو جاتی ہے۔ زندگی میں آسانیوں کی طلب اِسے مشکلوں سے دوچار کرتی رہتی ہے۔ اصل میں انسان اپنے آپ پر رحم کرنے کے علاوہ تقریباً سب کچھ کرتا ہے۔ اپنی فکر اِسے خود سے غافل رکھتی ہے۔ اپنی فکر درحقیقت یہ ہے کہ انسان اپنی فکر استعمال کرے' غور کرے' سوچے کہ وہ جس دنیا میں ہے' وہ دنیا کب تک ہے' جو یہ کما رہا ہے' بچا رہا ہے' لگا رہا ہے' اُڑا رہا ہے...... یہ سب کب تک؟...... انسان کا دوست اُس کی عاقبت کی خبر ہے۔ انسان جس کے سنگ ہو گا' انسان کی سنگت وہی ہو گی...... جس کا دوست نفس ہو' وہ سمجھتا ہے کہ وہ مزے میں ہے' حالانکہ وہ خطرے میں ہے...... دہلا دینے والے اور مِٹا دینے والے خطرے میں۔ اور جس انسان نے مخلص دوست کو دریافت کر لیا' اپنے اندر اخلاص اور خلوص کو ڈھونڈ

لیا' اُس کا سفر آسان ہو گیا...... وہ مسافر ہو گیا!!



لیلیٰ کو دیکھنے کے لیے......مجنوں ہونا پڑتا ہے!!



جس کے پاس گداز دل اور نم آنکھ ہے......اُس کے پاس سب کچھ ہے!



رات محبوب کی زلفوں کو یاد کرنے کے لیے ہے......اور دن......محبوب کے چہرے کی بات کرنے کے لیے!!



دشمن یہ بتانے آتا ہے کہ......دوست کیسی نعمت ہوتا ہے!



یااللہ! ایسے علم سے بچانا جو ادب بُھلا دے۔
یااللہ! بدگمانی سے بچانا' بدزبانی سے بچانا۔
یااللہ! بات میں ربط اور ذات میں ضبط پیدا کرنا۔
یااللہ! دل وہ دینا جو نرم ہو' آنکھ وہ دینا جو نم ہو۔
یااللہ! غریبی سے ڈرنے اور غریبوں کو ڈرانے سے بچانا۔
یااللہ! اپنا بنانا' اپنوں کا بنانا' اپنوں سا بنانا۔
یااللہ! بڑوں کے سامنے چلنے والی زبان نہ دینا' بڑوں کے خلاف چلنے والی زبان نہ دینا۔
یااللہ! اہلِ نظر کی نظر میں رکھنا' اہلِ دل کے دل میں رکھنا۔
یااللہ! مہربانی کرنا' مہربان رکھنا۔



جو صرف اپنے لیے زندہ ہو......وہ مر چکا ہے!



غریبی کا ایک فائدہ یہ ہے کہ انسان کے پاس صرف مخلص لوگ رہ جاتے ہیں......یہ ایک فلٹریشن پلانٹ ہے جو را میٹریل کو الگ کر دیتا ہے۔



دوست کے خلاف بات سننے والا ایسا ہے......جیسے دوست کے خلاف بات کرنے والا !!



تکلیف اگر بیان بن گئی پھر تکلیف عرفان نہیں بنے گی......دراصل عرفان ایک ایسا پرندہ ہے جو غم کے شجر پہ آ کے بیٹھے گا' اگر شور یا شکوہ بلند ہوا تو اُڑ جائے گا!!



جس کو حضور ﷺ پر سلام بھیجنے کے لیے دین کا حوالہ چاہیے......اُسے حوالہ مل جائے تو بھی دین نہیں ملے گا!!



چاند' زمین سے دیکھا جائے تو خوبصورت لگتا ہے......چاند پر جا کر دیکھا جائے تو زمین خوبصورت لگے گی!



انسان اللہ کا نائب ہے' اِس میں امرِ ربی ہے۔ دینے والے نے انسان کو کیا نہیں دیا' کونسا علم ہے جو اِسے نہیں سکھایا گیا' کونسا راز ایسا ہے جو اِسے نہیں بتایا گیا' حقیقت یہ ہے کہ بخشنے والے نے انسان کو شرف بھی بخشا ہے اور ظرف بھی۔ انسان کے پاس پَر نہیں مگر یہ اُڑتا ہے' سڑکوں پہ نظر آتی برق رفتاریاں اِسی انسان کی کرشمہ سازیاں ہیں' آسمانوں کو چھوتی ہوئی عمارتیں انسان کا اپنا قد ہیں...... مطلب یہ کہ انسان جس کا ہنر ہے اُس نے انسان کو ہنر ساز بنایا ہے' ساری رفعتیں' رحمتیں اور عظمتیں انسان ہی کے لیے ہیں...... دینے والے نے سب کو گلا دیا مگر انسان کے گلے میں آواز اور آواز میں گداز رکھا...... پرندے اِس کی آواز پہ ٹھہر جاتے ہیں' اُونٹ مست ہو جاتے ہیں' پھر اِس کی گفتار کی رفتار...... یہ فرش سے صدا دے تو عرش تک پہنچتی ہے۔ انسان کی شان یہ ہے کہ گھر اللہ کا ہے اور تعمیر اِس کے ہاتھوں سے ہو رہی ہے...... پھر راہ اللہ کی ہے اور اِس پر چلنے والا انسان ہے۔ سفر اللہ کا اور مسافر انسان۔ بات یہ ہے کہ انسان اللہ سے دور نہیں ہے اور اللہ انسان سے دور نہیں ہے...... اللہ نے انسان کو خود سے دور رہنے اور دور رکھنے کے لیے بنایا ہی نہیں۔ انسان خود کو اللہ سے دور رکھنے کی کوشش بھی کرے تو اللہ خود انسان کو قریب کر لیتا ہے...... اللہ نے فرمایا ہے کہ انسان میرا راز ہے اور میں اِس کا راز ہوں...... کیا راز کی بات ہے کہ راز خود راز کی تلاش میں سرگرداں ہے۔ دراصل انسان جس حجاب میں ہے وہ حجاب خود اِس کا اپنا حجاب ہے' انسان اللہ سے دور نہیں ہے بلکہ انسان اپنے آپ سے دور ہے اِسے خود اپنی آشنائی نہیں ہے' خود کی خود سے شناسائی نہیں ہے...... یہ علم کی تلاش میں ہے اور علم اِس کا اپنا نام ہے...... تحقیق' تسلیم' سچ اور شک سب اِسی کے نام ہیں...... انسان نے اصل میں خدا تک نہیں' خود تک پہنچنا ہے۔ اللہ کا سفر اپنی ہی ذات کے اندر طے ہونا ہے۔

اِس کے لیے تصوف پر پی ایچ ڈی کرنے کی ضرورت نہیں' اِس کے لیے سند نہیں بلکہ نظر چاہیے' کسی صاحبِ نظر کی۔ اپنی دریافت یا اپنی پہچان اُسی وقت ممکن ہے جب انسان کو کوئی ایسا انسان مل جائے جو خود کو دریافت کر چکا ہو' جو اپنے اندر کا خزانہ ڈھونڈ چکا ہو۔ اب اپنی دریافت یا اپنی پہچان اُس انسان کی تسلیم کے اندر ہو گی۔ خود کو جاننا اصل میں کسی اور کو ماننا ہے......انسان جتنا تسلیم کے اندر آتا جائے گا اُتنا خود پہ آشکار ہوتا جائے گا' کُھلتا جائے گا......اور جب خود پہ خود کُھلتا ہے' سب خود بخود کُھلتا ہے۔ سچ کہا سچ کہنے والے نے......

"ہم اپنے آپ ہی میں تجھے ڈھونڈتے رہے
تِرے مسافروں کا سفر گھر میں کٹ گیا"



ناکامی یہ ہے کہ نفس انسان پر غلبہ حاصل کر لے......اور کامیابی یہ ہے کہ انسان نفس پر غلبہ حاصل کر لے!



جب انسان کے اندر سے نعمتوں کی محرومی کا احساس جاتا رہے......تو یہی بڑی نعمت ہے!



انسان تضاد کا شکار اُس وقت ہوتا ہے جب مفاد کا شکار ہوتا ہے۔ اپنی اور صرف اپنی ذات کا خیال انسان کو خیال کی بلندی سے محروم کر دیتا ہے...... پھر انسان نہ کائنات کے رنگ دیکھ سکتا ہے نہ رنگوں کی کائنات...... پھر باطن کی دنیا سے آشنائی ہو سکتی ہے نہ دنیا کے باطن سے شناسائی...... ایسا انسان' انسانوں کو پیسے اور پیشے سے جانچنے کی کوشش کرتا ہے' یہ لوگوں کی عزت محض دنیاوی مرتبوں اور عہدوں کی وجہ سے کرتا ہے' یہ لقمۂ تر کی ہوس میں چشمِ نم کی نعمت سے محروم ہو جاتا ہے...... الجھنوں کا شکار انسان' انسانوں سے الجھنا شروع کر دیتا ہے۔ یہ لوگوں سے مقابلے اور مناظرے کرتا ہے' لوگوں کے ساتھ لڑتا اور جھگڑتا ہے' مارتا اور مرتا ہے...... یہ سوچتا ہے کہ لوگ اِس سے آگے نکل رہے ہیں اور اب اِسے لوگوں سے آگے نکلنا چاہیے۔ حالانکہ دنیا میں نہ آگے نکلنے والا رہتا ہے اور نہ پیچھے رہنے والا...... انسان کو چاہئے کہ سکون میں رہے' سرور میں رہے اور غرور میں نہ رہے...... اپنے مال اور خیال سے دوسروں کے کام آئے...... اپنے رویّے میں میانہ روی پیدا کرے...... انسان میں یہ صلاحیت رکھی گئی ہے کہ یہ دشمن کو اپنا بنا سکتا ہے مگر یہ تو اپنوں کو دشمن بنائے جا رہا ہے...... جس نے پرائے لوگوں کے ساتھ اپنوں والا سلوک کرنا تھا وہ اپنوں کے ساتھ پرائے لوگوں والا سلوک کر رہا ہے۔ انسان اُس وقت تک تضاد سے آزاد نہیں ہو سکتا جب تک مفاد سے پاک نہ ہو جائے' حاصل سے ایثار میں نہ آ جائے' نفرت سے پیار میں نہ آ جائے...... فائدہ حاصل کرنے کی بجائے خود فائدہ مند نہ ہو جائے...... جو فائدے اور مفاد سے نکل گیا...... سمجھو تضاد سے نکل گیا!!



جس کی خود سے نہ بنی اُس کی کس سے بنے گی' جو اپنے آپ میں راضی نہ ہوا' اپنے آپ سے راضی نہ ہوا وہ کس سے راضی ہوگا......ابتری یہ ہے کہ بندہ خود کو خود سے کمتر سمجھے اور خودسری یہ ہے کہ بندہ خود کو خود سے بڑھ کر سمجھے......بات سمجھنے کی ہے......اپنے آپ کو سمجھنے کی......دوسروں کو سمجھانے کی نہیں......اپنے پاس آنکھ نہ ہو تو جلوے سے کیا گلہ' انسان کے پاس خلوص نہ ہو' اخلاص نہ ہو تو مخلص دوست کیسے ملے' طلب نہ ہو' تڑپ نہ ہو' ادب نہ ہو' ''پیڑ'' نہ ہو تو پیر کیسے ملے......دینے والا جو بھی ہو لینے والا انسان خود ہے' اِسی نے پانا ہے اور اِسی نے لُٹانا ہے' اِسی نے راز بننا ہے اور اِسی نے رازداں......یہی محبت کرے گا اور یہی نفرت کرے گا' معاف اِسی نے کرنا ہے اور معافی اسی نے مانگنی ہے......اس لیے ضروری ہے کہ انسان اپنے آپ سے بنا کر رکھے......خود پہ راضی ہو جائے!



جس انسان سے آپ کا تعلق نہیں ہے اُس انسان کو آپ اپنی بات Convey نہیں کر سکتے ......بھلے وہ آپ کی بات پر Ph.D کر لے!



''رونق'' کا مطلب یہ ہے کہ انسان کا دل آباد ہو جائے۔



انسان پُرسکون ہونے کی خاطر سکون کی تلاش میں ہے مگر سکون اُس وقت تک دریافت نہیں ہوتا جب تک کہ انسان پُرسکون نہ ہو جائے......ٹھہر نہ جائے...... بھاگنے والے کی سانس ضرور پھُولے گی......دولت کو سکون کا ذریعہ سمجھنے والا سکون کی دولت سے لازمی محروم ہو جائے گا۔ اصل میں زندگی کو سکون میں لانے کے لیے سکون کو زندگی میں لانا پڑتا ہے مگر انسان اپنی زندگی میں پیسہ لے کر آتا ہے' یہ سمجھتا ہے کہ جب اِسے دولت اور شہرت ملے گی تو ساتھ سکون بھی ملے گا، انسان اِس غلط فہمی کا شکار ہو کر دولت اور شہرت کے پیچھے بھاگنے کی غلطی کرتا ہے اور یوں سکون سے دور ہو جاتا ہے۔ آنکھوں کا سکون محبوب کے چہرے میں ہے' انسان وہ چہرہ چھوڑ کر دور کے مناظر دیکھنے نکل جائے تو آنکھیں سکون میں کیسے آسکتی ہیں۔ اسی طرح دوست کا سکون دوست کے پاس ہوتا ہے انسان دوست کو چھوڑ کر پیسہ ہی کماتا رہے تو پھر پیسہ ملے گا' سکون نہیں۔ دراصل سکون انسان کے اپنے اندر ہی موجود ہے......سکون کی دریافت اصل میں اپنی ہی دریافت ہے......اس لیے جس نے خود کو ڈھونڈ لیا وہ پُرسکون ہو گیا!!



''بیوقوف'' دنیا میں اس لیے ہوتا ہے کہ......اس سے بچ کے رہا جائے!!



انسان مسافر ہے مگر یہ خود کو مقیم اور مکین سمجھتا ہے...... اِسے مقام کی آرزو ہے مکان اور دکان کی آرزو ہے' یہ لوگوں کی خدمت کی بجائے لوگوں میں شہرت چاہتا ہے...... آج انسان' انسان سے نہیں ملتا بلکہ مفاد' مفاد سے ملتا ہے...... انسان کے پاس پیسہ ہے مگر اخلاص اور احساس نہیں ہے...... مال کے وبال نے انسان سے خیال اور حسنِ خیال چھین لیا...... دل کا بائی پاس کرتے کرتے انسان نے دل سے بائی پاس کرنا بھی سیکھ لیا...... دل بادشاہ ہے' دماغ کا غلام نہیں ہوسکتا۔ انسان دماغ کو دل پر ترجیح دے کر دل کا ڈاکٹر تو ہوسکتا ہے' دلبر نہیں ہوسکتا...... ارسطو ہونا اور بات ہے' مجنوں ہونا اور بات...... نیوٹن ہونا اور بات ہے' ملٹن ہونا اور بات بلکہ کیا بات ہے...... یہ فرق انسانوں کا فرق نہیں بلکہ نصیبوں کا فرق ہے۔ خوش ذوق انسان کی خوش نصیبی یہی ہے کہ اسے خوش ذوقی ملی...... غالب پیسے سے سمجھ نہیں آتا بلکہ نصیب سے سمجھ آتا ہے...... فیض کا شعر سمجھ آنا شروع ہو جائے تو یہ بھی ایک فیض ہے...... نفع اور نقصان کی بات سمجھنے والا یہ نہیں سمجھتا کہ زندگی میں صرف دولت اور غربت کے نشیب و فراز نہیں بلکہ زندگی میں فیض و فراز بھی ہیں...... زندگی میں سوز بھی ہے' ساز بھی ہیں...... کیسے کیسے رنگ ہیں' کیسے کیسے جلوے ہیں...... زندگی میں بہت کچھ ہے...... اور یہ سب کچھ اُن کے لیے ہے جو مقام اور مکان کے خیال سے نکل گئے' یہ سب اُن کے لیے ہے جن کو خیال کا سفر مل گیا...... جن کو سفر کا خیال مل گیا!!



سکون کا تعلق حصول سے نہیں، نزول سے ہے...... یعنی سکون حاصل نہیں ہوتا بلکہ نازل ہوتا ہے......

کب نازل ہوتا ہے؟...... سجدۂ تسلیم کے بعد!!



پیسہ، بازار کی چیز ہے اور اِس سے سوائے ''بازاری'' کے اور کوئی محبت نہیں کرتا!



انسان کو خواہش ہے کہ فرشتے اِس سے مصافحہ کریں...... اور خود انسان، انسانوں سے مصافحہ کرنے سے بیزار ہے!



کون کتنا زندہ تھا...... یہ مرنے کے بعد پتہ چلتا ہے!



دوست انسان کا سرمایہ ہوتا ہے مگر آج انسان سرمائے کو دوست سمجھتا ہے۔ یہ اونچی عمارتوں اور لمبی گاڑیوں کے سحر میں ہے۔ یہ زمین کی خاطر زمین والے سے جھگڑا کر رہا ہے۔ اسے سکون نہیں مل رہا' یہ کبھی چاند پر جاتا ہے کبھی مریخ پر...... انسان کے اندر خلاء ہو تو خلاؤں کا سفر انسان کو سکون نہیں دلا سکتا۔ اندر اندھیرا ہو تو سب اندھیر نگری ہے' اندر روشنی ہو تو ہر طرف روشنی ہے۔ اصل میں انسان خود اپنے آپ کو تنہا کرتا جا رہا ہے' یہ اُن لوگوں کو اپنی زندگی کے درمیان نہیں آنے دیتا جن لوگوں کے درمیان اِس کی زندگی نے بسر ہونا ہے...... انسان کی نظر کمزور ہو چکی ہے اور وہ اس لیے کہ اِس نے اپنی نظر پیسے پہ لگا رکھی ہے۔ اِس کی آنکھوں کا علاج شناسا چہرے ہیں اور یہ ہے کہ کسی اپنے پرائے کو پہچاننے پر راضی نہیں۔ اسے کسی پر اعتماد رہا ہے نہ اعتبار...... اس کا سارا بھروسہ پیسے پر ہے اور یہی اس کا دھوکہ ہے۔ جن نظاروں میں یہ محو ہے وہ فریب نظر ہیں' سراب اور حجاب ہیں۔ انسان سمجھتا ہے کہ اِس کی زندگی بہتر ہو رہی ہے حالانکہ اس کی زندگی ختم ہو رہی ہے...... جنھیں یہ آج کے محلات سمجھ رہا ہے وہ کل کے کھنڈرات ہیں۔ رونقوں بھرے ایوان کب ویران ہو جائیں کیا معلوم۔ انسان کو اب انسان پر بھروسہ کرنا پڑے گا' قریب آنا پڑے گا...... پیسے کے حساب اور عہدے کے حجاب سے نکلنا ہوگا...... دوسروں کی خامیوں اور اپنی خوبیوں کا تذکرہ بند کرنا ہوگا۔ اسے سمجھنا ہوگا کہ انسان اگر امیر' وزیر اور مشیر نہ بھی ہو تو بھی حقیر نہیں ہوتا...... کسی مرتبے کا نہ ہونا انسان کا مرتبہ کم نہیں کرتا۔ پیسے کا نہ ہونا انسان کو غریب نہیں کرتا بلکہ غریبی یہ ہے کہ انسان کے پاس اخلاق نہ ہو' اخلاص نہ ہو' محبت اور مروّت نہ ہو۔ انسان کا سرمایہ اگر اِسے خود پسند اور خودسَر بنا دے تو بات نہیں بنتی کیونکہ بات یہ ہے کہ سرمایہ انسان کا دوست نہیں ہوتا بلکہ دوست انسان کا سرمایہ ہوتا ہے!!

یااللہ! اگر خلاؤں کا سفر بھی آئے......تو سفر میں خلاء نہ آئے!!



یہ خوف کہ حضورﷺ پر سلام بھیجنے سے شرک ہو جائے گا......یہ خوف ہی اصل شرک ہے!



جیسے ہر انسان کا نصیب مختلف ہے، ہر انسان کا مزاج بھی مختلف ہے۔ شاعر چاند کو دیکھ کر ہی غزل کہہ دیتا ہے اور سائنسدان چاند پر پہنچ کر بھی شعر نہیں کہہ سکتا!



ظلم......دوسرے کی زندگی اور اپنی موت کو مشکل بنانے کا نام ہے!



انسان کہتا ہے کہ خوشی ملنے کے بعد یہ خوش رہے گا حالانکہ خوشی، خوش رہنے سے ملتی ہے۔ اصل میں انسان اپنی خواہش کو خوشی کا نام دیتا ہے اور یوں خوشی سے محروم ہو جاتا ہے۔ یہاں پوری خواہش بھی اصل میں ادھوری خواہش ہے...... یہاں آسمان مل بھی جائے تو پاؤں کے نیچے سے زمین سرک جاتی ہے اور اگر زمین مل جائے تو آسمان سر پہ آن پڑتا ہے۔ پیسہ ملتا ہے اور ساتھ پرایا دیس بھی مل جاتا ہے......ترقی کی دوڑ میں آگے نکلتے نکلتے انسان بہت کچھ پیچھے چھوڑ آتا ہے۔ احساس بیدار ہو جائے تو اِسے محسوس ہوگا کہ اس کے پاس پیسے کے سِوا کچھ نہیں بچا اور بالآخر پیسہ بھی نہیں بچا۔ بہرحال انسان کو خوش رہنے کے لیے حال اور حالات پر خوش رہنا پڑتا ہے، زندگی میں اگر کچھ مل جائے تو سبحان اللہ اور کچھ نہ ملے تو ماشاء اللہ۔ انسان اگر غم اور خوشی سے آگے بڑھ جائے تو آگے خوشی ہی خوشی ہے بلکہ سرخوشی ہے۔ پھر دولت کیا اور غربت کیا، اپنے کیا اور پرائے کیا...... انسان سب سے راضی ہو جاتا ہے، سب پہ راضی ہو جاتا ہے۔ درحقیقت خوشی یہی ہے کہ انسان اپنے آپ پر اور زندگی میں ہونے والے ہر واقعے پر واقعتاً راضی ہو جائے!!



دانشمندی یہ ہے کہ انسان غور کرنے کے بعد فیصلہ کرے...... فیصلہ کرنے کے بعد غور نہ کرے!



خدا کو ماننے والے خدائی کا احترام کرتے ہیں...... وہ تنکے کو بھی حقیر نہیں جانتے۔ بنانے والے کی مرضی ہے وہ قطرہ بنائے یا قلزم...... سارا گلشن اُس کا اپنا ہے کیا پھول اور کیا کانٹے...... دل اور دلبر بھی اُسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ جس طرح امیر اُس کے ہیں اُسی طرح غریب بھی اُس کے ہیں...... کائنات میں کوئی چیز بھی خود بخود نہیں اس لیے کائنات کا ہر موجود اور وجود قابلِ عزت ہے۔ انسان کو بس نگاہ کی ضرورت ہے پھر تو جلوے ہی جلوے ہیں، رنگ ہی رنگ ہیں۔ شعور پیدا ہو جائے تو ہر طرف نور ہی نور اور سرور ہی سرور ہے۔ یہاں اتنی ساری خوشیاں اور اتنے سارے غم ہیں حالانکہ یہاں کوئی خوشی ہے نہ غم۔ یہاں جو ہے وہ ہم دیکھ نہیں سکتے اور یہاں ہم جو دیکھتے ہیں وہ ہے ہی نہیں۔ ہمیں غور کرنے کی ضرورت ہے تاکہ ہمیں دیکھنا آجائے، سوچنا اور سمجھنا آجائے۔ ہم میں تدبر اور تفکّر پیدا ہو جائے اور ہمیں خدا اور اُس کی خدائی کا احترام کرنا آجائے!!



رزق کے لیے بہترین وظیفہ...... ''محنت'' ہے!



جس پر معبود راضی ہو جائے...... اس کا ہر عمل عبادت ہے!



انسان کو شعور کی بدولت دولت تو مل سکتی ہے مگر دولت کی بدولت شعور نہیں مل سکتا۔ دولت سے لباس تو قیمتی ہوسکتا ہے مگر انسان قیمتی نہیں ہوسکتا' بخیل دولتمند ہونے کے باوجود بخل کے عذاب سے نہیں بچ سکتا۔ وہ اپنے لیے پیسہ کماتے کماتے بالآخر اپنا آپ بھی پیسے کے حوالے کر دیتا ہے۔ اصل میں پیسہ اُسکا نہیں ہوتا بلکہ وہ پیسے کا ہوتا ہے...... اتنا پیسہ اس کے پاس نہیں ہوتا جتنا وہ پیسے کے پاس ہوتا ہے۔ اشیا کی محبت اُسے اشیا پرست بنا دیتی ہے۔ وہ چیزیں خریدتا رہتا ہے یہاں تک کہ چیزیں اُسے خرید لیتی ہیں...... اُس کی جان انہی بے جان چیزوں کے اندر ہوتی ہے۔ وہ انہیں انسانوں سے زیادہ قیمتی سمجھتا ہے حالانکہ کائنات اور کائنات کی کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو انسان سے زیادہ قیمتی ہو۔ اسی لیے تو جاننے والے انسان' انسانوں پر اپنی جان چھڑکتے ہیں۔ وہ انسانوں کو خرچ نہیں کرتے بلکہ انسانوں پر خرچ کرتے ہیں۔ وہ یہاں پیسہ کمانے کے لیے نہیں بلکہ انسانوں کو کمانے' اپنانے اور بچانے کے لیے آتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ انسان نے اس دنیا میں صرف پیٹ نہیں پالنا بلکہ دل بھی اجالنا ہے' پیسے کو خیال اور خیال کو پیسے سے نکالنا ہے۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی کہ انسان کا مکان' دکان' کار اور کاروبار بن جائے اور انسان خود کچھ نہ بن پائے۔



عاجزی کا مطلب ہے کہ انسان دوسرے انسانوں پر اپنی علمی' روحانی' دنیاوی اور نسبی برتری کے زعم سے آزاد ہو جائے۔



یہاں زندگی میں غربت بھی ہے اور دولت بھی' نیک نامی' بدنامی اور گمنامی بھی زندگی ہی کا حصہ ہیں...... اِسی زندگی میں گنہگار' گناہ پر توبہ کرسکتا ہے اور اِسی زندگی میں نیک' نیکی پر مغرور ہوسکتا ہے۔ آنے والا لمحہ کچھ لے کر جاسکتا ہے اور جانے والا لمحہ کچھ دے کر جاسکتا ہے۔



لفظ سے معانی کا سفر' بڑا کھٹن سفر ہے...... 'اوکھا پینڈا' ہے...... لفظ سے معانی تک پہنچنا یوں ہے جیسے اندھیرے سے روشنی تک پہنچنا!!



علم صرف یہ نہیں کہ بولنا کیسے ہے۔ علم یہ ہے کہ خاموش کیسے ہونا ہے۔ علم گویائی سے پہلے دانائی سکھاتا ہے...... اور خاموشی سے بڑی دانائی اور کوئی نہیں!



ہنرمند وہ ہے...... جو معاف کرنے کا ہنر جانتا ہو!



انسان اگر بڑا ہو اور انسان میں بڑا پن نہ ہو تو اس کا عہدہ دوسروں کے لیے مصیبت اور اِس کے لیے ہلاکت ہے۔ظرف انسان کا شرف ہے اور اشرف المخلوقات اپنے ظرف میں بھی اشرف ہوتا ہے۔ وہ اپنی خوشیوں کا دکھاوا کرنے کی بجائے دوسروں کے دکھوں کا مداوا کرتا ہے...... وہ ملنے والی نعمتوں کی نمائش کر کے اُن لوگوں کو آزمائش میں نہیں ڈالتا جن کے پاس وہ نعمت نہ ہو۔ اسکا مرتبہ اُسے بے حس نہیں بناتا بلکہ اُس میں احساس پیدا کرتا ہے' وہ پھولوں کی طرح نکھرتا اور خوشبو کی طرح بکھرتا ہے' اسکی عاجزی اور سادگی اُس کی زندگی میں اور بھی روشنی اور چاشنی پیدا کرتی ہے۔ وہ ایسا نہیں کرتا کہ دوسروں کا دل توڑتا جائے اور پیسہ جوڑتا جائے...... وہ اپنی آسانی کے لیے دوسروں کو مشکل میں نہیں ڈالتا۔ اُس کا دل اُس کے عہدے اور مرتبے سے ہمیشہ بڑا رہتا ہے اس لیے اس میں غرور پیدا نہیں ہوتا۔ اُس کے دل میں سرور اور ذہن میں شعور ہوتا ہے۔ وہ بھلا آدمی ہمیشہ دوسروں کا بھلا سوچتا ہے...... وہ نظر شناس اور قدر شناس ہوتا ہے...... وہ جانتا ہے کہ انسان کے لیے سب سے بڑا مرتبہ انسانیت ہے۔ وہ لوگوں کو خوش دیکھ کر خوش ہوتا ہے...... وہ اتنا امیر ہوتا ہے کہ چار پیسے کم ہونے سے کسی کو غریب نہیں سمجھتا۔ وہ حسابوں کتابوں کے حجابوں اور عذابوں سے نکل آتا ہے...... وہ نظر کے دھوکے اور دھوکے کی نظر سے بچ جاتا ہے۔ وہ دوسروں کے لیے راحت کا سبب بنتا ہے۔ اُسے دیکھ کر لگتا ہے کہ بڑا انسان' واقعی بڑا اچھا ہوتا ہے!!



انسان کا وہ پیسہ جو کسی کے کام نہیں آرہا...... وہ پیسہ خود انسان کے کام بھی نہیں آئے گا !



بڑی جہالت یہ ہے کہ انسان ستاروں اور سیاروں کی خبر رکھتا ہو اور پڑوسی کے حال سے بے خبر ہو۔ علم یہ نہیں کہ انسان من وسلویٰ پر تقریر کرتا جائے اور بھائی بھوک سے مرتا جائے...... علم کی روشنی یہ نہیں کہ انسان سورج پر کتابیں لکھتا جائے اور اس کے اندر اندھیرا پھیلتا جائے۔ انسان کا علم اگر انسانوں کے کام نہ آئے تو کیا علم ہے؟...... انسان پیسہ کمانے بچانے اور بڑھانے کے علم میں مصروف ہے اس کے پاس saving account تو ہے مگر یہ خود Save نہیں ہے۔ پیسہ بچ جائے اور انسان نہ بچ سکے تو انسان کے پاس کیا بچا......؟ انسان کے پاس معاشیات اور سیاسیات کی ڈگریاں ہیں اور اسکی معیشت بہتر ہو رہی ہے نہ سیاست۔ اسکا علم اس کے کام آرہا ہے نہ دوسروں کے...... انسان کو مکان بنانا آ گیا ہے مگر اس میں رہنا نہیں آیا۔ مسافر کو بس سفر کا علم ہونا چاہیے ورنہ جس طرح دور کے ڈھول سہانے ہوتے ہیں ویسے ہی دور کا علم بھی بڑا سہانا لگتا ہے!!



انسان اللہ کی عطا پر راضی ہوتا ہے...... مگر اُس کی رضا پر راضی نہیں ہوتا!



جانور کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اُسے غالب کا شعر بھی کچھ نہیں کہتا!



آج انسان اپنے مقدر پہ راضی نہیں۔ یہ اپنوں سے ناخوش ہے...... یہ اپنے آپ پر ناخوش ہے۔ طاقت کے تعاقب میں انسان کمزور ہوتا جا رہا ہے۔ حکومت کرنے کی خواہش میں انسان پر خواہش حکومت کر رہی ہے۔ یہ لوگوں کو اپنا دوست بنا کر خوش نہیں ہوتا بلکہ اپنا غلام بنا کر خوش ہوتا ہے۔ یہ دوسروں کو رعایا اور خود کو بادشاہ دیکھنا چاہتا ہے۔ اِسے لوگوں سے محبت نہیں بلکہ خدمت درکار ہے۔ محبت سے محروم انسان کو محبوب نہیں محکوم پسند ہے۔ انسان، انسانوں کو ''انسان'' کا مرتبہ دینے کی بجائے ان کو مرتبوں، عہدوں اور پیسوں میں تولتا ہے۔ اپنی برتری کے زعم نے انسان کا دماغ ماؤف کر دیا ہے۔ اِسے چاہیے کہ یہ لوگوں پر حکم چلانے کی خواہش سے آزاد ہو کر اُن کو اپنا بھائی سمجھے، اپنے جیسا سمجھے اور اِس بات کو جان لے کہ یہاں نہ حاکم نے رہنا ہے نہ خادم نے...... یہ ٹھہرنے کی جاء نہیں، کوچ کا مقام ہے۔ بہتر ہے کہ انسان دوسروں کو ناراض کرنے اور دوسروں سے ناراض رہنے کی بجائے...... دوسروں سے راضی ہو جائے...... خود پہ راضی ہو جائے...... خدا پر راضی ہو جائے



نظر میں محبت پیدا ہو جائے...... تو منظر میں حسن پیدا ہو جاتا ہے!



انسان کی زندگی مختلف ادوار سے گزرتی رہتی ہے......اچھے اور بُرے دن آتے رہتے ہیں۔ اچھا آدمی بُرے دن بھی بڑے دل کے ساتھ گزارتا ہے اور بُرے آدمی کے اچھے دن بھی بُرائی میں گزر جاتے ہیں۔ دراصل دن اچھے یا بُرے نہیں ہوتے بلکہ انسان اچھا یا بُرا ہوتا ہے......اچھے انسان کا ہر دن اچھا ہے اور بُرے انسان کا ہر دن بُرا۔ یہاں مایوس مزاج آدمی بہار کا موسم بھی بیمار کی طرح گزارتا ہے اور پُر امید انسان خزاں میں بھی بدگماں نہیں ہوتا۔ اللہ کی رحمت سے مانوس ہو جانے والا کسی حال اور حالات میں مایوس نہیں ہوتا۔ مشکل اُسے مشکل کشا کے قریب کر دیتی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ غلطی کے لیے صرف سزا نہیں بلکہ معافی بھی ہے۔ گناہ کے لیے گرفت ہی نہیں بلکہ توبہ بھی ہے۔ سزا دینے والا ہی جزا دینے والا ہے......وہ گناہوں کو نیکیوں میں بدل سکتا ہے۔ وہ جو چاہے...... جب چاہے......جیسا چاہے کرے!



ایک دور تھا کہ لوگ خود سے پیسہ کما کر دین پر خرچ کرتے تھے......ایک یہ دور ہے کہ لوگ دین سے پیسہ کما کر خود پر خرچ کرتے ہیں۔ دین ذریعہ معاش نہیں...... ذریعہ نجات ہے!



انسان کی بڑی بھول......انسانوں کو بھولنا ہے!



چھوٹی سی زندگی میں انسان بڑا نام پیدا کرنا چاہتا ہے، کچھ بننا چاہتا ہے، کچھ کرنا چاہتا ہے...... اِس کے لیے اپنی اہمیت سب سے اہم بات ہے۔ دوسروں میں نمایاں ہونے کی خواہش اِس میں نمایاں نظر آتی ہے۔ زندگی کو مختلف زاویوں سے دیکھنے والا بھی کسی دوسرے کے زاویے سے نہیں دیکھتا۔ وہ یہ نہیں سوچتا کہ اِس کا دشمن بھی کسی کا دوست ہے۔ غور طلب بات ہے کہ جو کسی اور کا دوست ہو سکتا ہے وہ اِس کا دشمن کیونکر ہو گیا۔ دراصل اِس کے دشمن میں دوستی کی صلاحیت موجود تھی مگر یہ اُسے دریافت نہ کر سکا...... یہ اختلاف برداشت نہ کر سکا۔ یہ جس میں خامی دیکھ رہا تھا کوئی اور اُس میں خوبی دیکھ گیا۔ بات تو یہ ہے کہ خام انسان دوسروں میں خامی دیکھتا ہے اور خوب انسان خوبی...... بلکہ خوبصورتی دیکھتا ہے۔ اُس کے لیے خزاں کا موسم بھی بہار کے انتظار کا موسم ہے۔ اُس کے لیے ہمیشہ گُلوں میں رنگ بھرے رہتے ہیں۔ وہ صحرا میں نخلستان کی طرح ہوتا ہے۔ لوگ اُسے اپنے اپنے درد کے قصے سنانے آ ہی جاتے ہیں۔ آج انسان اپنی بات سنانا چاہتا ہے، منوانا چاہتا ہے مگر کوئی سننے والا نہیں، ماننے والا نہیں۔ اِس کی زندگی میں خواہشیں ہی خواہشیں ہیں بلکہ آزمائشیں ہی آزمائشیں ہیں۔ اِس کی زندگی میں دولت اور شہرت ہے مگر راحت اور چاہت نہیں ہے۔ حسنِ سماعت سے محروم انسان کی زندگی میں نغمگی باقی نہیں...... مگر زندگی ابھی باقی ہے...... بڑا نام چاہنے والا انسان اب بھی بڑا ہو سکتا ہے...... کچھ کر سکتا ہے، کچھ بن سکتا ہے...... یہ اِتنا کرے کہ اگر کوئی اِس کے سامنے اختلاف سے کام لیتا ہے تو یہ اخلاق سے کام لے۔ اگر یہ دشمن کے لیے دعا نہیں کر سکتا تو دشمن کو معاف ہی کر دے۔ انسان یہ کر سکتا ہے...... بڑا انسان بس، دل بڑا کرے!



اینٹ اور پتھر سے مکان تعمیر کیے جاتے ہیں' مکین نہیں......زندگی' لطیف اور نفیس خیال سے تعمیر ہوتی ہے!



لوگوں کو ہرانے والا' لوگوں کو ہار جاتا ہے......اس لیے دوسروں سے جیت جانا جیت نہیں بلکہ دوسروں کو جیت لینا جیت ہے!



خودشناسی کی راہ میں بڑی رکاوٹ......خودنمائی اور خودپسندی ہیں!



انصاف کرنا' احسان کے باب میں ناانصافی ہے......کیونکہ مقامِ احسان پر محض انصاف کا تقاضا پورا کردینا انصاف نہیں!



انسان سوچتا ہے کہ پیسہ اِس کی زندگی میں آسانی پیدا کرے گا اور یہی سوچ اِس کی زندگی میں پریشانی پیدا کر رہی ہے۔ پائی پائی کر کے کمانے والا پل پل مرتا جا رہا ہے۔ انسان سے جو بات پوچھی جانے والی ہے وہ یہ کہ جو مال ملا اُسے خرچ کیسے کیا مگر یہ تو خرچ کر ہی نہیں رہا بلکہ اِسے مال جمع کرنے کا شوق پیدا ہو گیا ہے۔ اِس کی عادت تو اکھٹا کرنے کی ہے۔ اِس کا دل خالی ہے اور جیب بھری ہے۔ انسان اپنی زمین کا ریکارڈ دیکھتا ہے کہ اِس کی زمین کا کوئی مرلہ کسی دوسرے کے پاس تو نہیں مگر کبھی اس لیے ریکارڈ نہیں دیکھا کہ کسی دوسرے کی زمین کا کوئی مرلہ اس کے پاس تو نہیں۔ بات یہ ہے کہ ظالم اپنے ظلم کے عذاب میں ہے اور غافل اپنی غفلت کے حجاب میں ہے...... دونوں کو توبہ کی توفیق نہیں۔ عقلمند بڑے بڑے، بڑے بڑے منصوبے بناتا رہتا ہے، دو کو چار کرنے کے چکر میں انسان کب غریبی سے دو چار ہو جائے، معلوم نہیں۔ درحقیقت زندگی میں صرف عقل نہیں ہے بلکہ فضل بھی ہے، عطا بھی ہے، دعا بھی ہے۔ پیسہ آدمی کے لیے دکان اور مکان بنا سکتا ہے مگر پیسہ آدمی کو "انسان" نہیں بنا سکتا۔ پیسہ آنکھوں میں ہوس تو پیدا کر سکتا ہے مگر آنکھوں میں چمک پیدا نہیں کر سکتا۔ جس پیسے کو کمانے کی خاطر انسان اپنی زندگی مشکل میں ڈالے ہوئے ہے وہ پیسہ انسان کی زندگی میں آسانی کیا پیدا کرے گا۔ اصل میں آسانی اُس کے لیے ہے جو پیسے کے حجاب سے نکل آئے۔ زندگی سے مال کی فکر نکال کر مالک کے ذکر کو شامل کر لینے سے زندگی میں سکون پیدا ہو جاتا ہے۔ زندگی پیسے سے بہتر نہیں ہوتی بلکہ پیسے کے خیال سے نکل جانے سے بہتر ہوتی ہے۔ غربت اصل میں اپنی احساسِ غریبی کا نام ہے بلکہ مایوسی کا نام ہے۔ مالک کی تقسیم پر ناراض ہونے والا خود کو غریب سمجھتا ہے

ورنہ اِس دنیا میں نہ کوئی امیر ہے نہ غریب۔ یہ جہان، جہانِ محبوب ہے...... یہاں انسان یا تو دور ہے یا قریب!



حضور ﷺ سے تعلق رکھنے والا...... اُمّت سے قطع تعلقی نہ کرے!



درویش دو کام ضرور کرتا ہے...... اپنا دل اور دسترخوان کھلا رکھتا ہے!



دنیا انسان کی خاطر ہے...... انسان، دنیا کی خاطر نہیں ہے!



زہر سے بھرا ہوا کالا ناگ اُتنا خطرناک نہیں ہوتا...... جتنی مسافر کے لیے خطرناک چیز شہرت ہوتی ہے!



آج انسان چاند پر تحقیق کر رہا ہے اور اِس کی زندگی میں چاندنی نہیں ہے......روشنی کی رفتار دریافت کرنے والا انسان اپنی زندگی سے اندھیرے دور نہیں کر سکا۔ اِسے معلوم ہے کہ کہکشاؤں پہ کیا ہو رہا ہے مگر یہ معلوم نہیں کے پڑوسی کے گھر میں کیا ہو رہا ہے' اُس کے بچے بھوکے تو نہیں سو گئے ۔اِس کی عمارتیں اِس کے خیال سے بلند ہوتی جا رہی ہیں۔اُونچے اُونچے مکان بنانے والا انسان کن پستیوں میں ہے اِس کا اندازہ اِسے نہیں ہو رہا۔آج انسان محقق ہے' معزز ہے' مہذب ہے' مودّب نہیں ہے۔ یہ انسانوں کے علاوہ ہر چیز کو قیمتی سمجھ رہا ہے۔ پیسے کی زبان نے اِسے اپنی بولی بھلا دی۔اِس کے دوست یار' کار اور کاروبار کی نظر ہو گئے۔آج انسان کے پاس مہنگی گھڑیاں ہیں مگر دو گھڑیاں کسی کے ساتھ گزارنے کے لیے نہیں ہیں۔کسمپرسی کی حالت سے نکلتے نکلتے انسان نفسا نفسی کے عالم میں آ گیا۔ یہ اپنی آنکھوں کے لیے نئے چشمے تو خرید سکتا ہے مگر پُرانے چہرے کہاں سے لائے۔دل بہلانے کے نئے نئے بہانے ڈھونڈنے والا یہ نہیں جانتا کہ دلبر رخصت ہو جائے تو دل نہیں بہلتے۔دیس چھوڑ کر پردیس جانے والا پیسے کما سکتا ہے مگر سکون کیسے کمائے گا' سکون تو اپنی مٹی میں ملتا ہے......جدائی کے نصیب میں سکون کہاں۔انسان اگر چاند پر پہنچ بھی جائے تو چاند پر نہیں رہ سکتا کیونکہ اِسے رہنے کے لیے اپنے اردگرد اور آس پاس انسان چاہیں۔سیاروں اور ستاروں کی فکر میں محو انسان' انسانوں سے بے خبر ہے۔آج انسان کے پاس دور بین تو ہے مگر انسان خود دور بین نہیں ہے۔ پڑوسی سیاروں کا نام جاننے والا اپنے پڑوسی کا نام بھی جانے کہیں ایسا نہ ہو کہ انسان مریخ پر زندگی کے آثار ڈھونڈتا رہے اور زمین پر زندگی کے آثار نہ رہیں۔



محبوب کا ہر حرف......حرفِ آخر ہوتا ہے!



زندگی' دیکھی جا سکتی ہے.....بصارت سے نہیں.....بصیرت سے!



گستاخ......اپنے زوال کے عروج پر ہوتا!



انسان کی وابستگیوں' عقیدوں اور عقیدتوں کا احترام ہی.....انسان کا احترام ہے۔



غریبی سزا نہیں.....غریبی کا خوف سزا ہے!



زمین کے نیچے جانے والے انسان نے زمین کے اوپر رہنے والے انسانوں کا جینا دوبھر کر دیا۔ اس نے دعا دینے کی بجائے دغا دینا شروع کر دیا۔ اپنی خواہشوں سے دھوکہ کھانے والے نے لوگوں کو دھوکہ دینا شروع کر دیا۔ اِس کی زندگی، بندگی کے اندر داخل نہیں ہو رہی۔ اِس کا سجدہ صرف مسجد تک ہے۔ آج کے انسان سے خیرات کی امید تو ہے، خیر کی نہیں۔ یہ دوست سے معافی مانگنے اور دشمن کو معافی دینے پر راضی نہیں۔ خود میں مگن انسان خودی سے نا آشنا ہے۔ خود پرستی اور خود غرضی نے اِسے خود فریبی میں مبتلا کر رکھا ہے...... اِسے خود سے بہتر کوئی نظر نہیں آتا۔ انسان دنیا کے اندر ہے اور دنیا انسان کے اندر...... بے لگام خواہشیں اسے بے آرام کر رہی ہیں۔ بہتر یہ ہے کہ انسان غور کرے کہ وہ کب تک یہاں ہے...... اِس سے پہلے آنے والے انسان اب کہاں ہیں...... کیسے کیسے صحرا آباد ہو گئے اور کیسے کیسے دریا سوکھ گئے۔ یہ وقت، یہ مہلت صرف پیسہ کمانے اور بچانے کے لیے نہیں...... یہ وقت اس لیے بھی ہے کہ یہ خود کو بچا سکے۔ گنتی کے دن دولت گننے کے لیے نہیں ہیں...... سوچنا چاہیے!



اپنے معبود کے محبوب کو راضی کرنا........ ہر عبادت سے بڑی عبادت ہے!



آج انسان اندر سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہے۔ اِسے کسی پر اعتماد اور اعتبار نہیں۔ وزیروں کو کرسی اور پیروں کو گدّی کے چھن جانے کا خوف ہے۔ امیر کو خوف ہے کہ اُس کا مال چوری نہ ہو جائے' ادیب کو خوف ہے کہ اس کا خیال چوری نہ ہو جائے......شاعروں کو اپنے دیوان اور سیاستدانوں کو اپنے ایوان کی فکر ہے۔ جو اپنے حال پر خوش نہیں وہ کسی پر راضی کیسے ہو سکتا ہے۔ جس کے اندر اعتبار نہ ہو وہ کسی پر اعتبار کیسے کرے گا۔ جس انسان کو حسنِ نظر میسر نہ ہوا گر وہ چمن میں چلا جائے تو کانٹے دیکھ کر واپس آ جائے گا۔ مقرّب' قرب میں ہوتا ہے وہ توصیف کرتا ہے' تعریف کرتا ہے......تنقید نہیں کرتا۔ وہ کہتا ہے کہ جو ہو رہا ہے اچھا ہو رہا ہے اور جو ہوگا اچھا ہوگا۔ اُسے کہا جائے کہ آج گرمی ہے تو کہے گا سبحان اللہ اور اگر کہیں کہ آج سردی ہے تو بھی کہے گا سبحان اللہ۔ اُس کی ذات کے اندر اِتنا کرم ہوتا ہے کہ اگر چور مل جائے تو اُسے بھی قطب بنا دیتا ہے۔



انسان نظر کی وجہ سے نہیں دیکھتا......بلکہ صاحبِ نظر کی وجہ سے دیکھتا ہے!



جو تمہاری خدمت کر رہا ہے......وہ خادم بھی مخدوم ہے!



آج انسان پیسے کو زندگی سمجھتا ہے مگر پیسہ زندگی نہیں ہے۔انسان مر مر کے کماتا ہے اور کما کما کے مر جاتا ہے۔سوچنا چاہیے کہ دنیا میں آنے والا انسان دنیا کے لیے نہیں آیا۔پیدا کرنے والے نے اِسے اِس لیے پیدا نہیں کیا کہ یہ تجارت پہ تجارت کرتا جائے۔زندگی اِسے مکان، دکان، کار اور کاروبار کی نظر کرنے کے لیے نہیں دی گئی۔خود کو تاجر سمجھنے والا انسان اصل میں مہاجر ہے۔نئی عمارتوں کا شوقین یہ نہیں سوچ رہا کہ زندگی کی عمارت روز بوسیدہ ہو رہی ہے۔پیسے کی گنتی میں مصروف انسان کو یہ یاد نہیں کہ اِس کے پاس گنتی کی سانسیں ہیں۔انسان دشمنی نبھانے میں مصروف ہے اور دوست ایک ایک کر کے رخصت ہو رہے ہیں۔اِس کی نظر کمزور ہو رہی ہے اور یہ محوِ نظارہ نہ ہو سکا۔کھانے اور پینے کی فکر نے انسان سے مرنے اور جینے کی فکر چھین لی۔ہر دم پیٹ بھرنے کی فکر میں مبتلا انسان دم بھر سوچنے کو تیار نہیں کہ جس نے اسے پیدا کیا اُس نے اِس کا مقدر بھی پیدا کیا......رازق نے بندے کے رزق کا بندوبست کر رکھا ہے۔اصل میں انسان کو "فکر" کا رزق چاہیے اور یہ رزق کی فکر میں ہے۔ رزق کا خیال انسان کو غریب کرتا ہے اور رازق کا خیال قریب کرتا ہے۔



رزق کمانا منع نہیں مگر یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ رزق کا تعلق کمانے سے نہیں بلکہ رزق کا تعلق......رزق دینے والے سے ہے!



تبلیغ باتیں کرنے والا کام نہیں بلکہ کام کرنے والی بات ہے۔ مبلّغ اگر مخلص نہیں تو تبلیغ بھی خالص نہیں۔ تبلیغ کے لیے دلیل سے زیادہ یقین کی ضرورت ہے۔ بات بیان سے پہلے عمل سے گزرے تو بات بنتی ہے۔ عمل کے بغیر تو بڑی بڑی تقریریں اور لمبی لمبی تحریریں کان اور کاغذ پہ بوجھ ہیں۔ بات کو بتانے، پہنچانے اور منوانے میں فرق ہے۔ بات کو منوانے کی ضد انسان کو ضدی بنا سکتی ہے۔ ایک بار کوئی مبلّغ لوگوں سے جھگڑ رہا تھا کسی نے پوچھا کہ اِن لوگوں سے جھگڑا کیوں کر رہے ہیں تو جواب دیا کہ یہ لوگ جھگڑا بہت کرتے ہیں اور میں اِن کو جھگڑا نہ کرنے کی تبلیغ کر رہا ہوں مگر مان نہیں رہے...... بات یہ ہے کہ کسی کا جھگڑا چھڑانے کے لیے تو اُس سے جھگڑا نہیں کرنا۔ اسلام، سلامتی کا دِین ہے، امن کا دِین ہے اور امن کی تبلیغ کے لیے ضروری ہے کہ لوگوں کے امن میں خلل نہ آئے۔ یہ بھی ضروری نہیں کہ ہر کوئی ہر بات کی تبلیغ کر سکے، سخاوت کی تبلیغ صرف سخی کرے گا کیونکہ سخاوت کرنا ہی سخاوت کی تبلیغ ہے۔ جبکہ بخیل سخاوت کے موضوع پر پی ایچ ڈی تو کر سکتا ہے لیکن سخاوت نہیں کر سکتا۔ دراصل تبلیغ کی محبت اور شئے ہے......اور...... محبت کی تبلیغ اور شئے۔ تبلیغ کے ساتھ محبت کرنے والے وہ نہ کر سکے جو محبت کے ساتھ تبلیغ کرنے والے کر گئے۔ وہ لوگوں کے دلوں میں گھر کر گئے۔ تاثیر اُن کی بات کے اندر نہیں تھی بلکہ ذات کے اندر تھی۔ اُن کی خاموشیاں بھی اُن کے بولنے کی طرح کرشمہ ساز تھیں۔ اُن کی ہر بات، ہر ادا تبلیغ تھی۔ وہ حکم ماننے کے پابند تھے...... اِس قدر پابند کہ بغیر حکم کے بولنا پسند نہ کرتے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ حکم کے بغیر بولنا پُر خطر ہوتا ہے اور حکم کے بعد بولنا...... پُر اثر۔



دنیادار دنیا سے محبت کرتا ہے اس لیے دنیا دار کا کوئی محبوب نہیں ہوتا...... پیسہ اُس کی زندگی میں نہیں ہوتا بلکہ اُس کی زندگی پیسے میں ہوتی ہے۔ بلندی پر نظر رکھنے والا نظر میں بلندی نہیں رکھتا۔ وہ زمین کے اوپر اونچی عمارتیں کھڑی کرتے کرتے بالآخر زیرِ زمین پہنچ جاتا ہے۔ اُس کے لیے ایمان کی پختگی اُتنی اہمیت نہیں رکھتی جتنی اہمیت مکان کی پختگی رکھتی ہے۔ وہ نام کمانے کے لیے حرام کمانے سے بھی گریز نہیں کرتا۔ دنیا دار کا دل خالی ہوتا ہے اس لیے اُس کا پیٹ کبھی نہیں بھرتا۔ وہ غریب کو قریب نہیں آنے دیتا بھلے اِس کا بھائی ہو۔ WorldTour کا شوقین کسی کے دل میں جھانک کر نہیں دیکھ سکتا۔ وہ آخرت میں نجات مانگتا ہے مگر دنیا سے نجات نہیں مانگتا۔ وہ رو رو کر اللہ سے بخشش کی دعائیں مانگتا ہے اور اُسے کہا جائے کہ اللہ نے تمہیں بخش دیا اُس کے بدلے بس دولت واپس کرنا پڑے گی تو کبھی نہیں کرے گا۔ دنیا دار اصل میں نفع کی خاطر گھاٹے کے سودے کرتا ہے...... چھوٹے چھوٹے فائدے اُس کا بڑا نقصان کر جاتے ہیں۔ بالآخر ایک دن اُس پر یہ راز کھلتا ہے کہ وہ کیا کچھ کرتا رہا...... کمائی کے احساس نے اُسے احساس نہ کمانے دیا۔ وہ اپنوں کو اثاثہ سمجھنے کی بجائے اثاثے کو اپنا سمجھتا رہا۔ آگے بڑھنے کی خواہش میں وہ کتنا پیچھے رہ گیا۔ جس دنیا کو وہ دونوں ہاتھوں سے کماتا رہا بالآخر وہاں سے خالی ہاتھ ہی جانا پڑا۔



سکون...... منزل کے حصول کا نام نہیں ہے...... بلکہ ذوقِ سفر کا نام ہے!



یااللہ! دوسروں کی جائز کمائیوں پر حسد سے......اور ناجائز کمائیوں پر رشک سے بچا۔

یااللہ! دغا دینے والوں سے بچا......دعا دینے والوں سے ملا۔

یااللہ! توفیق دے کہ دل چھوٹا......اور بول بڑا نہ ہو۔

یااللہ! محرومی، مایوسی اور کنجوسی کے عذاب سے بچا۔

یااللہ! خاموشی میں بدگمانی......اور گفتار میں بدزبانی سے بچا۔

یااللہ! شعور کو زندگی......اور زندگی کا شعور بخش دے۔

یااللہ! آزمائشوں، آلائشوں اور نمائشوں والی زندگی سے بچا۔

یا اللہ! جھوٹ بولنے والی زبان ...... اور خوشامد سننے والے کان بند رکھنے کی توفیق دے۔



اللہ کو راضی رکھنے کا مطلب ہے جس پر اللہ راضی ہو......اُسے راضی رکھنا!



مسافر وہی اچھا جو ایک راستے کا سفر کرے......زندگی کو ایک خیال میں بسر کرے۔ بندہ صرف توحید پرست ہی نہیں بلکہ توحید پسند بھی ہونا چاہیے......تاکہ شرک سے پاک رہ سکے!



انسان زندگی کو جس زاویے سے دیکھتا ہے، زندگی اُسی زاویے میں ڈھل جاتی ہے......زندگی کا چہرہ وہی ہے جو انسان کا اپنا چہرہ ہے!



بدمست بنا دینے والی امیری سے سرمست بنا دینے والی غریبی بہتر ہے!



اچھی باتیں اپنی جگہ......مگر اچھائی کا کام کرنے کے لیے اچھا کام کرنا پڑتا ہے!



انسان سکون حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے محنت بھی کر رہا ہے۔ مگر اس کی محنت سے اسے سکون حاصل نہیں ہو رہا بلکہ زائل ہو رہا ہے۔ بگڑی بات بننے کی بجائے بنی بات بھی بگڑ رہی ہے۔ اِس کی کمائی اِسے آسودہ کرنے کی بجائے افسردہ کر رہی ہے۔ یہ چیزوں پر Grip چاہتا ہے اور انسان اِس سے Skip ہوتے جاتے ہیں۔ انسان سکون کی خاطر کام کرتے ہوئے سکون سے کام بھی نہیں کر پا رہا...... اصل میں جس کام میں سکون نہ ہو' اُس کام سے سکون کیسے حاصل ہو۔ انسان کی زندگی میں جو کچھ بھی ہے...... غم' خوشی' امیری اور غریبی...... اپنے پرائے' دوست اور دشمن...... یہ سب زندگی کا حصہ ہیں اور زندگی میں سے اس کا کوئی حصہ نکال دیا جائے تو سکون بھی زندگی سے نکل جاتا ہے۔ انسان زندگی سے غریبی کو بالکل نکالنا چاہتا ہے' دشمن کو صفحۂ ہستی سے مٹانا چاہتا ہے اور جب یہ سب نہیں ہوتا تو پھر یہ بے سکون ہو جاتا ہے۔ یہ سکون کے لیے لوگوں سے expect کرتا ہے جبکہ سکون کے لیے لوگوں کو Accept کرنا پڑتا ہے۔ سکون تلاش کرنے کی نہیں بلکہ محسوس کرنے والی شئے ہے اور یہ ہمہ حال انسان کے ساتھ بلکہ اِس کے اندر موجود ہے۔ اس کو پانے کے لیے انسان بس اتنا کرے کہ...... شکر کرے!!



جو دل سے نہ جائے وہ کہیں نہیں جاتا' چاہے دنیا سے چلا جائے...... اور جو دل میں نہ ہو وہ کہیں نہیں ہوتا' چاہے دنیا ہی میں ہو!



مادہ پرستی انسان کو حق پرستی سے دُور کر دیتی ہے...... یہ پیار کی بجائے پیسے کی طرف نکل جاتا ہے۔انسان، انسانوں سے منہ موڑ کر چیزوں سے جی جوڑ لیتا ہے۔یہ اپنی زندگی کا مصرف جاننے کی بجائے بس کمانے اور بچانے کا سوچتا ہے۔ بڑھتا ہوا مال اِسے گھٹتی ہوئی عمر کا احساس نہیں ہونے دیتا۔یہ لوگوں سے محبت کرنے کی بجائے لوگوں سے مقابلے کرنا شروع کر دیتا ہے۔ ہار اور جیت کا خیال اِسے پریم اور پریت کے خیال سے دور لے جاتا ہے۔یہ زندگی جو اِسے ''شاہکار'' کے طور بخشی گئی تھی وہ خواہشوں کا شکار ہو جاتی ہے۔یہ گھر کو سامان سے بھرنے کی چاہت میں دل کو حسرتوں سے بھر لیتا ہے۔ دل میں خواہشوں کا انبار لگانے والا بالآخر خالی ہاتھ رہ جاتا ہے۔ انسان ''حاصل'' کو دنیا سمجھ کر دنیا کو حاصل کرنے میں لگ جاتا ہے......مگر یہ فانی دنیا فنا کے مسافروں کو بھول جاتی ہے ۔ مال کے خیال میں رہنے والوں کو دنیا بالآخر فراموش کر دیتی ہے اور جو اِسے حقیر جانتے ہیں یہ اُنھیں عظیم جانتی ہے۔دنیا کو اہمیت دینے والے دنیا کی نظر میں اپنی اہمیت کھو دیتے ہیں۔دولت کے پیچھے بھاگنے والے اپنی دولت سمیت غرق ہوتے دیکھے گئے اور جو بظاہر بے سروسامان تھے ان کا نام بھی راحت کا سامان بنا دیا گیا۔ جو چیزوں کی محبت سے منہ موڑ کر انسانوں کے ہوئے انسان اُن کے ہو گئے ۔اصل میں افادیت والی زندگی وہی ہے جو مادیت والی نہ ہو۔ اچھی زندگی وہی ہے جو پیسے کے پیار سے پَرے ہو...... جو مال و زر کی تمنا سے آزاد ہو ......جو خالق کے خیال میں بسر ہو۔ پیسے کے خیال میں بسر ہونے والی زندگی قارون کی ہے اور خالق کی منشاء کے مطابق بسر ہونے والی زندگی ہارونؑ کی ہے۔اس لیے قارون کی زندگی اور ہوگی......اور ہارونؑ کی اور!!



خود کو کچھ بھی سمجھنے سے پہلے.....خود کو سمجھنا ضروری ہے!



نیکی......شاعری نہیں کہ داد طلب کی جائے!



کسی پر احسان کرنا نیکی ہے......مگر نیکی کرنا کسی پر احسان نہیں!



اپنی بڑائی بیان کرنے والا......اصل میں اپنی بُرائی بیان کر رہا ہوتا ہے!



غریبی ایک بدگمانی ہے......اور امیری ایک خوش فہمی!



انسان کے پاس آج بہت کچھ ہے مگر دیکھا جائے تو آج انسان کے پاس کچھ بھی نہیں۔ اِس کے پاس آسانیاں ہیں مگر مہربانیاں نہیں ہیں۔ اگر انسان کو انسانوں کا پاس نہ ہوتو اِس کے پاس کیا رہا؟۔آج خطیب اپنی تقریروں اورامیر اپنی جاگیروں میں محو ہے۔ ہر کوئی کسی نہ کسی کے لیے کچھ کر رہا ہے مگر ہر کوئی ہر کسی سے نا آشنا ہے۔ زندگی دیکھنے میں رواں دواں ہے پر دیکھیے تو زندگی کہاں ہے......دل کا خلاء پُر نہ ہو سکے تو خلاوں کا سفر کس کام کا۔زمین پر موجود تاریکیاں دور نہ ہوں تو آسمان پر موجود روشنیوں پر تحقیق کس کام کی۔انسان کی نظر دور ستاروں اور سیاروں پر ہے مگر انسانوں پر کب پڑے گی۔ایجادات میں جکڑا ہوا انسان مفادات سے رہائی کب پائے گا۔ یہ کب اس بات پر غور کرے گا کہ انسان کو اس وقت سب زیادہ ضرورت خود......''انسان'' کی ہے۔



انسان اس لیے بے سکون ہے کہ اِسے سکون والی زندگی نہیں چاہیے...... بلکہ پیسے والی زندگی چاہیے!



انسان نے جس سے محبت کرلی......اُس کی عاقبت میں شامل ہوگیا!



بزرگ کا 'خیال' چوری نہیں ہوتا...... بزرگ کا 'خیال' تقسیم ہوتا ہے!!



دل دیے بغیر...... دل کی سمجھ نہیں آتی!



تحقیق کے لیے عقل...... اور تسلیم کے لیے فضل چاہیے!



جو چیز انسان کے باطن کو خوش کرتی ہے...... وہ اِس کے باطن کا حصہ ہے!



لوگ اللہ کی مرضی ہیں اور جس نے اُس کی مرضی سے مقابلہ کیا وہ مارا گیا اور جس نے اُس کی مرضی کو تسلیم کیا وہ نواز ا گیا!



آج مسلمان جس مکان کے اندر حضور ﷺ کے میلاد کی محفلیں منعقد کرتا ہے اُس مکان کو تعمیر کرتے ہوئے یہ نہیں دیکھتا کہ وہ کس کمائی سے بن رہا ہے......اُس کی دیوار، پڑوسی کی دیوار سے اُونچی تو نہیں۔ یہ بڑی بات ہے کہ انسان حضور ﷺ کی محبت میں ہو مگر یہی انسان اگر حضور ﷺ کی اطاعت میں نہ ہو تو بڑے دکھ والی بات ہے۔ غلامی کا دعویٰ کرنے والا بھی اگر اپنے غلاموں کو اپنے جیسا انسان سمجھنے پر راضی نہ ہو تو اس سے بڑا المیہ اور کیا ہوگا۔ حضور ﷺ کا فرمانِ عالیشان ہے کہ اپنے غلاموں کو دن میں ستر بار معاف کر دیا کرو مگر یہ انسان ایک مرتبہ بھی معاف نہیں کرتا۔ حضور ﷺ سادگی کو پسند فرماتے ہیں اور یہ انسان ہے کہ پیسے کی نمائش، مکان کی آرائش اور اشیاء کی آسائش کے بغیر رہنا پسند نہیں کرتا۔ درحقیقت انسان کے عقیدے اور عمل میں یہ تضاد اِس کے مفاد کی وجہ سے ہے۔ اچھا انسان وہ ہے جو اِس تضاد کو ختم کرنے کی سعی کرے......ورنہ زندگی تو ختم ہونے ہی والی ہے!



ذاتی مفاد......ذات کے سفر میں ایک حجاب ہے!



جسے اچھے اور بُرے کی تمیز نہ رہے......اُسے چھوٹے اور بڑے کی تمیز بھی نہیں رہتی! جس انسان کے مزاج میں امیری ہو وہ غریب ہو کر بھی شکر کرتا ہے اور جس انسان کے مزاج میں غریبی ہو وہ امیر ہو کر بھی گلہ کرتا رہتا ہے۔



پڑوسی کے گھر کا دروازہ......جنت میں کھلتا ہے!



پیسہ انسان کو اچھی یونیورسٹی میں داخلہ دلوا سکتا ہے......مگر اچھا سٹوڈنٹ نہیں بنا سکتا!



کسی کو دھوکا دینے والا چالاک نہیں ہوتا......کم ظرف ہوتا ہے!



ذہین......ذہن سے نہیں، دل سے سوچتا ہے......اسی لیے ذہین کہلاتا ہے!



انسانیت کی اساس' احساس پر ہے......جس انسان کے اندر احساس نہ ہو اُس کے پاس کچھ نہیں ہے۔آج جو جانوروں کے کلینک نظر آتے ہیں اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انسان میں احساس زیادہ ہو گیا ہے بلکہ اِس کے اندر بھی انسان کی بے حسی چھپی ہوئی ہے۔احساس یہ نہیں کہ کتوں کو بسکٹ ملیں......احساس یہ ہے کہ انسانوں کو روٹی ملے۔ایسا نہیں ہے کہ سارے غریب' امیر ہو جائیں' مگر غریب کی عزتِ نفس قائم رہنی چاہیے۔بیشک انسان غریبی سے دُور رہے مگر انسان غریبوں سے دُور تو نہ رہے۔یہ کاروبار ترک نہ کرے مگر یہ ایثار تو ترک نہ کرے۔بزنس میں Master کے بعد بھی اگر بزنس میں Disaster ہے تو انسان میں یہ احساس پیدا ہونا چاہیے کہ کاروبار کی محبت کم کی جائے۔کبھی دل کے گلشن میں بھی چل کے دیکھا جائے تا کہ گلشن کا کاروبار چلے۔کام کرنے والا انسان' انسانوں والا کام بھی تو کرے اور انسانوں کا کام یہ ہے کہ اُن میں احساس ہوتا ہے......دردِ دل ہوتا ہے۔

''دردِ دل کے واسطے پیدا کیا انساں کو''



مسلمان' مسلمان کے خلاف ترقی نہیں کرتا بلکہ مسلمان' مسلمان کے ساتھ ترقی کرتا ہے......پڑوسی بھوکا اور اپنا پیٹ بھرا ہو تو یہ ترقی نہیں......تنزلی ہے!!



وہ آدمی ناکام ہے جو کسی کے کام نہ آسکا۔ جو کسی کا اپنا نہ بن سکا...... جو کسی کو اپنا سمجھ نہ سکا۔ جس نے اپنی زندگی انسانوں کے ساتھ بسر کی مگر اُس کی محبت انسانوں کے ساتھ نہ ہوسکی۔ جسے بینائی میسر نہ آسکی اور اس کی آنکھیں چیزوں کی چمک دمک سے چندھیا گئیں۔ وہ انسان جو رازق پہ ایمان رکھتے ہوئے بھی رزق کے لیے پریشان رہا' اُس نے اپنے ایمان سے کیا حاصل کیا۔ اُس نے کیا پایا جس کی جیب مال سے بھری رہی اور دامن ''خیال'' سے خالی رہا...... جو دل لے کر پیدا ہوا اور دلبر کو نہ پاسکا۔ جو پیسے کو بلندی سمجھتا رہا اُس کی پستی پر کیا کہا جائے۔ جو اپنے مرتبے سے لوگوں کو ڈراتا رہا' جو اپنے عُہدے پر اِتراتا رہا' جو بس کماتا رہا اور کھاتا رہا اُس کے بارے میں اب کیا کہنا۔ جس کو کوئی چراغِ زیست نہ ملا گویا اُسے سُراغِ زیست نہ ملا۔ درحقیقت کامیاب وہی ہے جو تلاش میں ہے' جو انتظار میں ہے۔ جو اپنے ہمدم کا ہمنشیں ہوگیا' جو رہِ یار کا مکیں ہوگیا...... وہی کامیاب ہے!



ہمارے ماں باپ ہمارے لیے ہمارے اللہ کا انتخاب ہے...... اِس لیے تو حکم ہے کہ اُن کے آگے اُف بھی نہ کہا جائے!



انسان لالچ کے لیے پیدا نہیں ہوا' اِس لیے انسان میں لالچ پیدا نہیں ہونا چاہیے۔ لالچ زدہ آدمی بڑے عذاب میں ہوتا ہے اِس لیے اُسے کچھ دکھائی' سنائی اور سجھائی نہیں دیتا۔ وہ پل پل' پائی پائی پہ مرتا ہے۔ وہ ریس کے گھوڑے کی طرح سرپٹ دوڑتا ہے اور آخر میں اُسے سوائے ہلکان ہونے کے کچھ نہیں ملتا۔ درحقیقت جسے قناعت نہ ملے اُسے راحت بھی نہیں ملتی۔ جو اپنے موجود پر راضی نہیں وہ اپنے معبود پر بھی راضی نہیں۔ ایسا انسان ہمیشہ اُس چیز پہ نظر رکھتا ہے جو اُس کے پاس نہ ہو مگر وہ یہ نہیں جانتا کہ اُس کے پاس ''نظر'' ہی تو نہیں۔ لالچ انسان کو دیکھنے کی صلاحیت سے محروم کر دیتا ہے پھر یہ اپنے مفاد کے سوا کچھ نہیں دیکھتا۔ لذت کی تلاش اسے لطف سے محروم کر دیتی ہے۔ ایسا آدمی اپنے وجود کی قبر میں ہوتا ہے اور قبر کا عذاب اُسے چین سے بیٹھنے نہیں دیتا۔ وہ ساری دنیا گھوم کر بھی وہیں کا وہیں رہتا ہے۔ لالچ میں انسان دُور کی سوچتے سوچتے بڑی دور نکل جاتا ہے...... اِسے دُور کے ڈھول سہانے لگتے ہیں۔ وہ بھول جاتا ہے کہ اس کے پاس ایک دل بھی ہے جو دلبر کی امانت ہے...... کسی کا گھر ہے جسے بنا اور سجا کر رکھنا ہے، جسے سنوارنا اور نکھارنا ہے۔ یہ آئینہ ہے جس میں اسے اپنا اصل چہرہ دکھائی دینا ہے۔ مگر اِس نے اسے صاف اور شفاف نہ رکھا۔ دل کو لالچ سے دور رہنا چاہیے تاکہ یہ جس کا گھر ہے...... وہ اِس گھر میں ٹھہر سکے!



خدا نے جس کی عاقبت سنوارنی ہو...... اُس کی نیت سنوار دیتا ہے!



کسی چیز کے حاصل نہ ہونے پر افسوس دوہری مصیبت ہے...... ایک تو چیز نہ ملی ......دوسرا افسوس مل گیا!!



انسان زمین کی طرح ہے اور محبوب' بارش کی طرح......اگر وہ میسر نہ ہو تو انسان کھٹور' خشک اور بنجر ہو جاتا ہے!



فرعون جس کو کامیابی سمجھتا ہے......وہ فرعونیت کے سوا کچھ نہیں ہے!



جتنی طاقت انسان دشمن کو ختم کرنے میں صرف کرتا ہے......اُتنی طاقت سے دشمنی ختم کی جا سکتی ہے!



پیسہ' کم یا زیادہ نہیں ہوتا......حلال یا حرام ہوتا ہے!



انسان اپنے نفس کی خوشی کے لیے دوسروں کے ساتھ لڑتا ہے مگر کبھی کسی کی خوشی کے لیے اپنے نفس کے ساتھ لڑنا گوارا نہیں کرتا۔ جو اپنے آرام کی خاطر کسی کو تکلیف سے گزارتا ہے اُسے آرام کے اندر بھی سکون نہیں مل سکتا۔ کسی کو کانٹوں کے بستر پر سلانے والا اگر پھولوں کی سیج پر بھی لیٹے تو نیند سے محروم رہے گا۔ دوسروں کو آگ میں جلانے والا خود پانی میں ڈوب کر مرتا ہے۔ دراصل اپنی زندگی بہتر کرنے کے لیے دوسروں کے لیے بہتری کا سوچنا پڑتا ہے۔ اپنے اندھیرے اُسی وقت دور ہوتے ہیں جب کسی کی زندگی میں روشنی کا اہتمام کیا جائے۔ انسان نقصان سے اُسی وقت بچ سکتا ہے جب دوسروں کو نقصان پہنچانا چھوڑ دے۔ جو کسی کی مدد نہیں کرتا وہ کسی سے حسد نہ کرے۔ جو دل جوڑ نہیں سکتا' وہ دل نہ توڑے۔ جو سُکھ دینے والا نہیں' وہ دکھ نہ دے۔ جو محبت نہیں کر سکتا' وہ نفرت نہ کرے۔ درحقیقت انسان اِس وقت دونوں ہاتھوں سے دولت کمانے میں مصروف ہے' یہ کسی سے ہاتھ کیسے ملائے۔ آنکھوں پہ پیسے کی پٹیاں ہیں' یہ چہرہ شناس کیسے ہو۔ آرام کی طلب نے انسان کو حرام کی طلب پر آمادہ کر دیا ہے۔ کم محنت میں زیادہ مال کمانے کے لیے اِس کی محنت بھی زیادہ ہوتی جا رہی ہے۔ انسان جس نفس کے لیے دوسروں سے دشمنیاں مول لے رہا ہے وہ نفس انسان کا دوست نہیں ہے۔ اِسے من کی شانتی کے لیے کسی سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے یہ ''اکھاڑہ'' تو اِس کے اپنے اندر ہے۔ اس کے لیے کسی سے جیتنے کی ضرورت نہیں ہے......اس کے لیے بس خود سے جیتنا ہے۔



مخالف وہ استاد ہے...... جو انسان کو بلا معاوضہ، برداشت سکھاتا ہے!



دنیا میں جسے سب سے زیادہ اصلاح کی ضرورت ہے اُس کا نام ہے...... ''میں''



مغرور دراصل مفلوج ہوتا ہے...... اُس میں نظر اُٹھانے کی طاقت بھی نہیں رہتی کہ وہ اپنے علاوہ کسی اور کو دیکھ سکے!



دل کو بڑا کرنے کے لیے بڑا دل چاہیے...... اور یہ کسی کم ظرف کے بس کا کام نہیں ہے!



زندگی کو خاموشی کے ساتھ بسر کرنا...... زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہے!



چھوٹے لوگ' بڑے لوگوں سے نا آشنا رہتے ہیں۔ وہ بس بڑے مکانوں اور ایوانوں میں رہ کر خوش ہوتے ہیں۔ وہ احساس اور احسان جیسے الفاظ سے بے خبر رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کو محکوم سمجھتے ہیں اور خود کو مخدوم۔ انھیں محروم اور مظلوم نظر نہیں آتے۔ یتیم خانے بنانے والے' یتیموں کا مال بھی کھانے سے گریز نہیں کرتے۔ یہ خدمت کے نام پر آپس میں جھگڑا کرتے ہیں حالانکہ خدمت کی خواہش جھگڑا نہیں کرتی بلکہ حکومت کی خواہش جھگڑا کرتی ہے۔ لوگوں کی خدمت کرنے کے لیے لوگوں پر حکومت کرنا تو ضروری نہیں...... حاکمِ اعلیٰ' کبھی خادمِ اعلیٰ نہیں ہوتا!



جس کو حالات پر گلہ ہے وہ حالات کو بدلنے سے پہلے خود کو بدلنے کی کوشش کرے...... کہ وہ ایک گلہ کرنے والا انسان ہے!



خدا کا خوف بھی...... خدا کے شوق کی قسم ہے!



انسان کو چاہیے کہ اپنی انا مٹا دے...... ورنہ انا' اِس کو مٹا دے گی!



زندگی کے کھیل میں وہی کامیاب رہا جو ''ڑیلو کٹا'' بن کے کھیلا...... جو ''بچہ بچونگڑا'' بن کے رہا' وہی سُکھی رہا...... ''نِکّو نکوڑا'' ہی شاد ہوا۔ اور جس نے خود کو ''ڈاھڈا'' سمجھا...... وہ مارا بھی ''ڈاھڈا'' گیا!!



پیسے کو ضرب دینے کا طریقہ یہ ہے کہ پیسے کو تقسیم کیا جائے!



ہم جس دور میں ہیں وہاں لوگ میانہ روی کو سمجھانے کے لیے بھی شدّت سے کام لیتے ہیں۔



جب وہ خدا ہو کر ''انسان'' کو شرف بخش رہا ہے......تو ہمیں بندہ ہو کر انسان کا شرف قبول کرنے میں کیا دِقّت ہے!



پاس والوں کو انسان کی ضرورت ہو اور یہ دُور کی خبریں حاصل کرنے چلا جائے تو یہ علم نہیں۔ اصل میں دُور کی باتیں علم نہیں بلکہ باتوں سے دُور ہونا علم ہے...... باتوں کے علاوہ بھی کچھ کیا جائے' درد کا مداوا بھی کچھ کیا جائے۔ جو غریب کو رزق میں اضافہ کرنے کا وظیفہ بتا رہا ہے وہ خود بھی غریب کے رزق میں کچھ اضافہ کرے۔ لوگوں کو صرف روشنی پر کہانیاں سنانے کی بجائے بہتر ہے کہ اُن کے لیے روشنی کا انتظام بھی کیا جائے۔



انسان اُس دن پیدا ہوتا ہے...... جس دن اِس کے دل میں محبت پیدا ہوتی ہے!



سکون...... انسان کے اندر چُھپے ہوئے ایک خزانے کا نام ہے...... جس کے اوپر خواہشوں کا سانپ بیٹھا ہے!



شور...... بغیر حکم کے بولنے کا نام ہے!



منصف کا کام انصاف کرنا ہے اور محسن کا کام احسان کرنا۔ جو دنیا سے منصف بن کے گیا اُس کے ساتھ انصاف ہوگا اور جو محسن بن کے گیا اُس کے ساتھ احسان!!



ضروری نہیں کہ جیب میں مال رکھنے والا...... سینے میں دل بھی رکھتا ہو!



دوست کی بات دل کو لگتی ہے......اور دشمن کی بات دل پر لگتی ہے!



دو کام مشکل ہوتے ہیں...... پہلا، سچی بات کہنا
اور دوسرا...... سچی بات کو سننا!



دنیا والوں سے محبت وہی کر سکتا ہے...... جسے دنیا سے محبت نہ ہو!



اپنے آپ کو پانے کے لیے اپنے علاوہ کسی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنی آشنائی کسی ایسے شخص کے پاس ہوسکتی ہے جس سے بظاہر کوئی شناسائی نہ ہو۔ ممکن ہے کہ انسان جس کو نہیں جانتا' وہی اسے جانتا ہو۔ انسان ادب کا مشکیزہ ہر وقت ساتھ رکھے......کیا معلوم طلب کے صحرا میں کب عطا کا نخلستان آ جائے۔



انسان یہ تو دیکھتا ہے کہ اِس نے نوکر کو نوکری کی تنخواہ دے دی......مگر یہ نہیں دیکھتا کہ اِس نے نوکر کو نوکری کا صلہ کیا دیا!



عبادت وہ کام ہے جسے صرف بندہ کرتا ہے......مگر محبت وہ کام ہے جسے بندہ بھی کرتا ہے اور ربّ بھی!



تنقید کی تقلید نہیں ہونی چاہیے......تنقید برائے اصلاح بذاتِ خود قابلِ اصلاح عمل ہے۔



جس طرح حضور ﷺ کا دیدار انسان کے لیے سعادت ہے اُسی طرح حضور ﷺ کا خیال بھی انسان کے لیے سعادت ہے۔ جب تک حضور ﷺ نہ چاہیں کسی کو آپ ؐ کا دیدار نہیں مل سکتا ویسے ہی جب تک آپ ؐ نہ چاہیں کسی کو آپ ؐ کا خیال بھی نہیں مل سکتا۔ ابوجہل کو دیدار ملا، مگر خیال نہیں ملا اور حضرت اویسِ قرنیؓ کو خیال عطا کیا گیا اور خیال بھی ایسا کہ جس پر دیدار اور دیدار کرنے والوں کو رشک آیا۔ اصل میں دیدار کی خواہش بھی دیدار کا حصہ ہے......اگر خیال کے ساتھ ہو۔ اِس لیے ہمیشہ خیال کی سلامتی مانگتے رہنا چاہیے کیونکہ خیال سلامت......تو انسان سلامت!!



نیکی پر محض تقریر کر دینا نیکی نہیں......اس کے لیے نیک عمل بھی چاہیے!



ہم مردہ جسم کو زندہ کرنا کرامت سمجھتے ہیں.........جبکہ مردہ دل کو زندہ کرنا اس سے بڑی کرامت ہے!



غریب سے محبت نہ ہو تو غریب نواز سے محبت کا دعویٰ جھوٹ ہے!



لوگوں کی ظاہری مشکلات دُور کرنے سے اپنی باطنی مشکلات دور ہو جاتی ہیں۔دنیا کی دولت دینے سے یقین کی دولت مل سکتی ہے۔کسی کو کھانا کھلانے سے خود کو ایمان کی حلاوت نصیب ہوتی ہے۔کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُنھیں ملتا ہے تو دیتے ہیں اور کچھ ایسے ہوتے ہیں جو دیتے ہیں تو اُنھیں ملتا ہے۔جس کو "ایثار" حاصل ہو جائے وہ "حاصل" کو ایثار کر دیتا ہے۔دراصل کمائی کا خیال، خیال کی کمائی کے برابر نہیں......جمع کرنے والا اور ہوتا ہے، تقسیم کرنے والا اور۔کچھ لوگ مال کو سنبھال کر رکھتے ہیں اور کچھ خیال کو۔زندگی میں بڑے رنگ ہیں، انسان کو اپنے اندر سُرور اور شعور کی دنیا بھی مل سکتی ہے اور غرور کی دنیا بھی۔اِس کے اندر وفا بھی ہو سکتی ہے اور جفا بھی۔ایک انسان پیسہ کما کر بھی غریب ہو سکتا ہے اور دوسرا پیسہ لٹا کر بھی امیر۔انسان غور کرنا شروع کر دے تو اِس کی فکر کو نئی راہیں مل سکتی ہیں......دنیا کی طلب میں رہنے والا طلب کی دنیا میں داخل ہو سکتا ہے......کسی کا ظاہر سنوار دینے سے اپنا باطن سنور سکتا ہے!



جن چیزوں کو بینائی نہیں دیکھ سکتی......اُن کو دانائی دیکھ لیتی ہے۔



انسان "حاصل" تو مکمل نہ کر سکا......ایثار ہی مکمل کر لے!



انسان کے اندر اگر احساس نہ رہے تو اِس کے اندر انسانیت بھی نہیں رہتی۔انسان کی زندگی اُتنی ہے جتنی اِس کے احساس کی زندگی ہے۔جن کا احساس زندہ رہا وہ موت سے گزر کر بھی زندگی میں ہیں۔داتا صاحبؒ جانے والا آج بھی وہاں سے بھوکا واپس نہیں آتا اور انسان جس گھر میں رہتا ہے وہاں سے دوست بھوکا چلا جاتا ہے۔اصل میں انسان کا دل سخت ہو گیا ہے۔بے حسی اِس کو بے بسی کی طرف دھکیل رہی ہے اور انسان اِس کو ترقی سمجھ رہا ہے۔اِس کے دشمن بڑھتے جا رہے ہیں اور دوست کم ہوتے جا رہے ہیں۔مشینوں سے مانوس انسان' انسانوں سے اجنبی ہوتا جا رہا ہے۔کارخانوں کی محبت اِسے کارخانۂ قدرت دیکھنے کا وقت بھی نہیں دے رہی۔اس کی نظر اخباروں پہ ہے' نظاروں پہ نہیں ہے۔ہر خبر پر نظر رکھنے والا انسان خود اپنی خبر نہیں رکھتا۔اِس کے دل میں سرور اور آنکھوں میں نور نہ رہا۔راتوں کو جاگ جاگ کر پیسہ کمانے والے انسان کا ضمیر نہیں جاگ رہا......احساس نہیں جاگ رہا!!



انسان کا جینا اُس وقت دشوار ہو جاتا ہے......جب یہ پیسے پر مرنا شروع کر دے!



جو انسان لوگوں کو کہتا ہے کہ اُس نے فلاں نیکی صرف اللہ کے لیے کی تھی......اصل میں وہ لوگوں ہی کے لیے تھی......اللہ کے لیے نیکی وہ ہے جس کا پتہ صرف اللہ کو ہو۔



بُرے انسان پر اچھے دن آجائیں تو مغرور ہو جاتا ہے اور اچھے انسان پر بُرے دن بھی آئیں تو مایوس نہیں ہوتا۔ وہ اپنے حالات پر راضی رہتا ہے' دن اور رات پر راضی رہتا ہے۔ بُرا امیر' مغرور ہو کر دُور ہو سکتا ہے اور اچھا غریب' غریب ہو کر بھی قریب ہو سکتا ہے۔ اچھا انسان وہ ہے جو ہر حال میں راضی رہے۔ آنے والے دنوں کا استقبال کرے اور جانے والے دنوں پر ملال نہ کرے۔ جو آجائے اُس کے گلے ملے اور جو چلا جائے اُس کے گلے نہ پڑے۔ اچھا انسان وہ ہے جو اچھی زندگی گزار کے جائے' جو کسی دل کو ستا کر اور کسی آنکھ کو رُلا کر نہ جائے' جو دغا نہ دے کر جائے بلکہ دعا دے کر جائے۔ جو دوسروں سے انتقام کا سوچنے کی بجائے اپنے انجام کا سوچے۔



جس کے اندر بُرائی ہو اُسے سزا یہی ہے کہ وہ...... ہر وقت ایک بُرے آدمی کے ساتھ رہتا ہے!



کم ظرف پیسہ بنا کر خوش ہوتا ہے......اور اعلیٰ ظرف کردار بنا کر!



آج لوگ اجتماعی دعاؤں میں مسلمانوں کی خیر مانگتے ہیں اور انفرادی طور پہ مسلمانوں کے لیے خیر کا باعث نہیں بنتے۔ دعا کرتے ہیں کہ یا اللہ مسلمانوں کو صحت دے اور خود ملاوٹ کر کے مسلمانوں کو بیمار کرتے رہتے ہیں۔ مسجد کو آباد کرنے والا اگر دلوں کو آباد کرنے والا نہ ہو تو اس سے بڑی دکھ والی بات اور کیا ہو سکتی ہے۔ عبادت اللہ کے لیے کیا جانے والا کام ہے مگر آج انسان عبادت بھی اپنے کام کے لیے کرتا ہے۔ معبود سے تعلق رکھنے والا انسان، مخلوق سے لاتعلق ہوتا جا رہا ہے۔ یہ ٹھیک بولتا ہے نہ ٹھیک تولتا ہے۔ اس کا بول بڑا اور تول کم ہوتا جا رہا ہے۔ اللہ کو ماننے والا اللہ کے ماننے والوں کا خیال نہیں رکھتا۔ مسلمانوں کے زوال کے اسباب بیان کرنے والے کو غور کرنا چاہیے کہ کہیں وہ بھی اس میں کوئی سبب تو نہیں بن رہا۔



انسان قیمتی چیزوں کی حفاظت کرتا ہے...... مگر افسوس کہ انسان اپنے خیال کی حفاظت نہیں کرتا...... جو سب سے قیمتی ہے!



انسان خود کو آئینے میں دیکھتا ہے...... کاش یہ خود کو آئینہ بھی دِکھا سکے!



بڑا آدمی چھوٹی چھوٹی باتوں میں خوش رہتا ہے۔ وہ بیابانوں کو ایوانوں پر اور دیوانوں کو فرزانوں پر ترجیح دیتا ہے۔ وہ ''زندگی'' پر صرف کتابیں نہیں پڑھتا بلکہ زندگی کو قریب سے دیکھتا بھی ہے۔ وہ بڑے بڑے مضامین اور فرامین میں مصروف رہ کر اپنے اردگرد رہنے والے لوگوں کو نظر انداز نہیں کرتا۔ وہ ایسا نہیں کرتا کہ پانی کی اہمیت پر کتابیں لکھتا جائے اور دوست پیاس سے مر جائیں۔ بڑا آدمی' بڑا Practical ہوتا ہے۔ وہ زندگی میں ایسے کام کرتا ہے کہ لوگ اُس کی زندگی پر کام کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ اُس پر پی ایچ ڈی کرتے ہیں' کتابیں لکھتے ہیں' سیمینار کرتے ہیں۔ وہ دلوں کے قریب...... بلکہ دلوں کے اندر ہوتا ہے۔ خدمت اُسے مخدوم بنا دیتی ہے' اُس کی خاموشی اُسکی عظمت بیان کر دیتی ہے۔ غریب اُسکے قریب ہو جاتے ہیں' امیر اُس کے اسیر ہو جاتے ہیں۔ ایک شخص' شخصیت ساز ہو جاتا ہے۔ وہ لوگوں کو دنیا کی دلدل سے نکال کر اصل دنیا سے روشناس کرا دیتا ہے۔ وہ اندھیروں کو روشنیاں اور اندھوں کو بینائی بخشتا ہے' وہ..... خردمندوں کو دانائی بخشتا ہے۔ وہ دنیا سے کچھ لے کر نہیں جاتا بلکہ دنیا کو دے کر جاتا ہے' وہ جمع کر کے نہیں جاتا بلکہ تقسیم کر کے جاتا ہے۔ وہ لوگوں سے جیت کر نہیں جاتا بلکہ لوگوں کو جیت کر جاتا ہے۔ دوسروں کی زندگی اُس کے کام نہیں آتی بلکہ اُس کی زندگی دوسروں کے کام آتی ہے۔ بڑا آدمی اصل میں بڑے کام کا آدمی ہوتا ہے' وہ اپنی زندگی میں گمنام اور بے نام ہو کر رہتا ہے کیونکہ اُس کی زندگی کے اندر اِک اور زندگی موجود ہوتی ہے جو اُس کے وصال کے بعد ظاہر ہو جاتی ہے۔ پھر ہر زمانہ اُس کا زمانہ ہوتا ہے...... پھر وہ جس زاویے میں بھی ہو' ہر دور پہ محیط ہوتا ہے!!



آسانیاں تقسیم نہ کی جائیں.....تو مشکلیں جمع ہو جاتی ہیں!



انسان پریشان ہونے کے بعد اللہ سے دور نہیں ہوتا...... بلکہ اللہ سے دور ہونے کے بعد پریشان ہوتا ہے۔



دنیا سے محبت کا نام.......موت ہے!



مقابلے میں کہیں بھی جیت نہیں ہوتی...... اِس میں یا تو انسان لوگوں کو ہرا دیتا ہے یا پھر لوگوں سے ہار جاتا ہے!



گناہ کی سڑک پہ جہاں توبہ کا خیال آجائے......وہیں پہ یو۔ٹرن ہے۔



طلب اور تڑپ بڑی چیز ہے بشرطیکہ چیزوں کی نہ ہو۔ وہ لوگ جو دنیا کی طرف نہیں دیکھتے دنیا انہی کی طرف دیکھتی ہے۔ جو دنیا کو ضرورت نہیں بناتے وہ دنیا کی ضرورت بن جاتے ہیں۔ سونے اور چاندی' غلام اور باندی کی آرزو سے آزاد ہونے والے یہ جانتے ہیں کہ انسان چیزوں کے لیے نہیں ہے بلکہ چیزیں انسان کے لیے ہیں۔ پیسہ انسان کو بڑا آدمی نہیں بناتا اِس لیے بڑا آدمی زندگی کو پیسہ بنانے میں صرف نہیں کرتا۔ محبت کرنے والا انسان چیزوں کی محبت سے نکل جاتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ دل کا تڑپنا اور آنکھ کا برسنا کیا چیز ہے۔ وہ کاروبار کی محبت میں کوئے یار کو بھول نہیں جاتا...... اُس کے پاس یاد کا سفر ہوتا ہے۔ اشیاء کی محبت انسان کو اندھا کر دیتی ہے۔ کور چشم حُسن کو کیا سمجھے' مجنوں کو کیا جانے...... خردمند' چاکِ گریباں کو کیا سمجھے' جُنوں کو کیا جانے۔ اِس لیے چیزوں کی محبت میں گرفتار شخص کو اصل چیز ہاتھ نہیں آتی۔



دل کا دروازہ...... عرش پر کھُلتا ہے!



خودگُریزی حجاب اور خود پسندی عذاب ہے...... خودشناسی معرفت اور رفعت ہے!



جب انسان بولے تو یوں لگتا ہے کہ اِس کے پاس صرف زبان ہے، حالانکہ اِس کے پاس کان بھی ہیں، یہ سُن بھی سکتا ہے......مگر یہ اپنے نفس کے سِوا کسی کی نہیں سنتا۔ یہ کسی درویش اور فقیر کی نہیں سنتا، یہ اپنے دل اور ضمیر کی نہیں سنتا۔ انسان اپنی تعریف سنتا ہے، خوشامد سنتا ہے، غیبت سنتا ہے مگر حقیقت نہیں سنتا۔ اِس کا دل باتوں میں لگ جاتا ہے مگر بات اِس کے دل کو نہیں لگتی۔ انسان کو اِس پر غور کرنا چاہیے اِس سے قبل کہ یہ حسنِ سماعت سے محروم ہو جائے اور بولنے کا عادی انسان چپ چاپ دور کے سفر پر روانہ ہو جائے۔ سماعت سے محرومی یہ ہے کہ اسے کوئل کی کُو کُو اور کوّے کی کائیں کائیں میں فرق محسوس ہی نہ ہو۔



دنیا کا کوئی حاصل......''حاصل''نہیں......اور دنیا کی کوئی محرومی، محرومی نہیں!



انسان اتنا عظیم ہے کہ یہ خود اپنی عظمت بیان نہیں کر سکتا!



آج انسان کے لیے عمل پر بیان کرنا آسان ہے لیکن بیان پر عمل کرنا مشکل۔ یہ کہتا ہے کہ آج بڑی اچھی بات سنی، آپ بھی سنو...... حالانکہ وہ بات اِس کے اپنے عمل کے لیے تھی۔ اِس کے پاس پیسہ بنانے کا کوئی نسخہ آ جائے تو اُسے چھپائے گا۔ اگر کہا جائے کہ سنا ہے آپ کے پاس ایسی چیز ہے جس سے دنیا جنت بن جاتی ہے تو وہ نہیں بتائے گا، کہتا ہے صِرف وہ سن لو جس سے مرنے کے بعد جنت مل جائے گی۔ مطلب یہ ہے کہ انسان، انسانوں کے ساتھ باتیں کرنے والا کام تو کر رہا ہے مگر کام کرنے والی بات نہیں کرتا۔ ضرورت مند کو یہ بتا دینا کہ ضرورت اللہ پوری کرتا ہے ضرورت مند کے ساتھ انصاف نہیں...... اُسے مدد کی ضرورت ہے، نصیحت کی نہیں۔ اچھا انسان وہ ہے جو کسی کی ضرورت پوری کر دے اور پھر کہے کہ ضرورت پوری کرنے والا صرف اللہ ہے اور یہ مدد اُسی کی توفیق سے ممکن ہوئی۔ آج مقرر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ تقریر کر کے اسلام کی خدمت کر رہا ہے اور اُسے کہا جائے کہ ہدیہ لیے بغیر کوئی تقریر کر دو تو انکار کر دے گا۔ دراصل خدمت پیسے کما کر نہیں ہوتی، پیسے لگا کر ہوتی ہے۔ خدمت کرنے کے لیے مال کا نذرانہ لینا ضروری نہیں اس کے لیے تو نذرانہ دینا پڑتا ہے مال کا بھی اور جان کا بھی!



زندہ دل........صرف دلبر کو چاہتا ہے!



خدا پرست‘ خود پرست نہیں ہوتا۔ اگر اللہ کسی کو خطیب بنا دے تو ایسا نہ ہو وہ اللہ کی تعریف کو بیان کرنے کے ساتھ اپنے بیان کی تعریف بھی شروع کر دے۔ اچھا انسان وہ ہے جو تعریف کرنے کا ذوق تو رکھتا ہو مگر تعریف سننے کا شوق نہ رکھتا ہو۔ انسان کو سخن شناس...... بلکہ سخن نواز ہونا چاہیے۔ جو انسان اپنے آپ کو دیکھتا رہے اُس نے کیا دیکھنا۔ اپنا تعارف آپ کرانے اور اپنی تعریف آپ کرنے سے ہمیشہ گریز کرنا چاہیے۔ اصل میں ہر کام کا ایک وقت ہوتا ہے۔ پھول میں خوشبو پیدا ہو جائے تو پھول کو اپنا نام بتانے کی ضرورت پیش نہیں آتی‘ پہچان رکھنے والے لوگ خود پہچان لیتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ گلاب کا پھول کیا ہوتا ہے۔ اچھا انسان کھلے دل کے ساتھ لوگوں کی خوبیوں کو appreciate کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے آتے جاتے رہا کریں‘ ملتے ملاتے رہا کریں...... یہ نہیں کہتا کہ ہم سے ملیے‘ ہم بڑے دلنشیں ہیں۔ دلنشیں وہ ہے جو دل کی سنتا ہو اور دل کی سننے والا دل میں اپنی تعریف سننے کا شوق نہیں رکھتا!



کارِ دنیا یہ ہے کہ یہاں کاروبار سے دولت مل سکتی ہے‘ راحت نہیں...... راحت‘ دولت کی محبت ترک کرنے کا نام ہے۔



غرور ایک بیماری ہے......جس میں انسان کی گردن اکڑ جاتی ہے!



جس زبان کے ساتھ خالق کی بڑائی بیان کرنی ہے......اُس زبان کے ساتھ مخلوق کی برائی بھی بیان نہ کی جائے!



پیر......تنگدستی دور کرنے نہیں آتا بلکہ تنگ نظری دور کرنے کے لیے آتا ہے۔



حضور ﷺ کا خیال ...... خیال کی معراج ہے!



دنیا یہ ہے کہ انسان کو خیال رہے کہ کسی کے پاس اس کا حق رہ تو نہیں گیا......دین یہ ہے کہ انسان کو خیال رہے کہ کسی کا حق اِس کے پاس تو نہیں رہ گیا!



الفاظ کا وزن ہوتا ہے ان کے استعمال میں احتیاط لازم ہے۔ایسا نہ ہو کہ مخاطب ہمارے الفاظ کے بوجھ تلے دب جائے۔الفاظ پتھر کی طرح انسان کو لگ سکتے ہیں۔یہ انسان کو ڈس سکتے ہیں۔یہ انسان پر احسان بھی ہیں اور اِس کا امتحان بھی ہیں۔الفاظ کے اندر کئی راز ہیں اور کئی الفاظ تو بذاتِ خود راز ہیں۔حسن کے بیان کو بھی بیان کا حسن درکار ہوتا ہے اور بیان کا حُسن' الفاظ ہیں۔الفاظ خیال کی زبان ہیں' خیال کا کلام ہیں۔دل پہ نازل ہونے والا خیال' الفاظ کی صورت میں بیان ہوتا ہے۔الفاظ کا غیر ضروری استعمال انسان کے لیے وبال ہے۔اپنے خیال کو الفاظ دینے سے پہلے اپنے الفاظ کا خیال ضرور رکھنا چاہیے۔بزرگ فرماتے ہیں کہ ''الفاظ ادا ہونے سے پہلے انسان کے غلام ہوتے ہیں اور ادا ہو جانے کے بعد انسان اِن کا غلام ہوتا ہے''۔ہم سنتے آئے ہیں کہ انسان کو بول کر سوچنے کی بجائے سوچ کر بولنا چاہیے۔ الفاظ میں بچت ہوگی تو معانی میں وسعت ہوگی۔الفاظ جتنے پھیلتے جائیں گے معنی اُتنے ہی چھپتے جائیں گے۔درحقیقت انسان اور زبان کا تزکیہ جتنا زیادہ ہوگا الفاظ کا معیار اُتنا اعلیٰ ہوگا۔چھوٹا آدمی جب بولتا ہے تو بڑا بول بولتا ہے۔اُس کے الفاظ اپنی وقعت اور وسعت کھو دیتے ہیں۔الفاظ کا سب سے کمزور استعمال یہ ہے کہ اِنھیں اپنی تعریف کے لیے استعمال کیا جائے۔سب سے بہترین الفاظ وہ ہیں جو اپنے خالق اور اُس کے محبوب کی تعریف میں ادا ہوں۔وہ الفاظ جو نعت بن جاتے ہیں......امر ہو جاتے ہیں۔



اپنے لیے کچھ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ......کسی کے لیے کچھ کیا جائے!



اندھا وہ نہیں ہوتا جو دیکھ نہ سکے......اندھا وہ ہے جو اپنے علاوہ کچھ نہ دیکھ سکے!



خواہش....سکون کا متضاد ہے!



غم......ایک فیصلہ ہے کہ جو اللہ کے قریب ہے اور قریب ہو جائے اور جو اللہ سے دور ہے اور دور ہو جائے!



جان کا خوف جہاد سے اور مال کا خوف خیرات سے دور ہو جاتا ہے۔



حسنِ نظر' یہ ہے کہ...... ہر شئے میں حسن دیکھا جائے!



اللہ ہر وقت انسانوں پر مہربان ہے......بس انسان' انسانوں پر مہربان نہیں ہے۔اللہ کی مہربانی انسان کی مہربانی سے مختلف ہوسکتی ہے۔ ممکن ہے یہ اُس کی طرف سے آنے والی تکلیفوں کے اندر ہو۔کیا معلوم جسے لوگ غم سمجھ رہے ہوں' وہی اُس کا رحم ہو۔ہوسکتا ہے اللہ کی شفقت' غربت کی صورت انسان پر نازل ہو۔ہوسکتا ہے کہ اللہ کہے کہ فلاں انسان سے سب کچھ لے لو اور اس کے پاس ''میرے'' سوا کچھ نہیں ہونا چاہیے۔ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ نے جسے مشکل کشا بنانا ہو اُسے مشکلوں سے گزار دے۔درحقیقت اللہ کی ناراضی اور انسانوں کی ناراضی میں فرق ہے۔اللہ اپنے اُن بندوں پر ناراض نہیں ہوتا جو اللہ پر ناراض نہیں ہوتے۔پھر وہ بندے یہ نہیں کہتے کہ مشکل آ گئی' بڑی مصیبت آ گئی......وہ کہتے ہیں جو بھی آیا' ہمارے لیے تو خیر آئی ہے۔وہ دور ہوں تو محبوب کو یاد کرتے ہیں قریب ہوں تو محبوب کا دیدار کرتے ہیں۔ وہ فراق اور وصال کو کرم سمجھتے ہیں' ماضی اور حال کو کرم سمجھتے ہیں۔اصل میں مایوسی شیطان کے پاس ہے اور امید انسان کے پاس۔کرم کی امید رکھنا بھی بہت بڑا کرم ہے۔اللہ کی ناراضی یہ ہے کہ انسان اللہ کی رحمت سے مایوس ہو جائے۔اُس کی ناراضی کا جانے بغیر کسی واقعے کو اُس کی ناراضی کہنا' اُسے ناراض کرنے والی بات ہے۔انسان اکثر سخت واقعات کو بغیر علم کے اللہ کا عذاب کہہ دیتا ہے۔یہ اصل میں اپنی بدعلمی اور بدعملی کا عذاب ہے جس کو انسان اُس سے منسوب کرتا ہے۔اُس کی رحمت اور عنایت تو ہر وقت انسان کی طرف متوجہ ہے۔وہ کچھ واپس لے تو یہ اُس کی ادا ہے اور اگر کچھ دے تو یہ اُس کی عطا ہے۔جب مشکل آئے تو انسان کو انتظار کرنا چاہیے کہ وہی وقت مشکل کشا کے آنے کا ہے۔کرم کا ظہور' ستم کے زمانوں میں ہوتا ہے۔



جھوٹا صرف جھوٹ بولنے والا نہیں ہوتا...... بلکہ جھوٹا وہ بھی ہے جو کسی سچ کو تسلیم نہ کرے۔ حضور ﷺ کی رسالت کا انکار کرنے والا جھوٹا ہے...... بھلے ساری زندگی سچ بولتا رہے!



دنیا اور دنیا دار میں جو چیز مشترک ہے وہ یہ کہ...... دونوں کا ظاہر خوبصورت اور باطن بدصورت ہوتا ہے!



اپنے مفاد کا غلام...... ہر اُس شخص کا غلام ہوتا ہے جس سے اُسے کوئی دنیاوی فائدہ مل سکے!



راہِ سلوک میں دو باتیں طے ہیں...... یہاں گستاخ Accept اور مؤدّب Reject نہیں کیا جاتا!



انسان کا اندازہ اس بات سے نہیں ہوتا کہ دوسرے اِس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں...... بلکہ اِس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ وہ دوسروں کے بارے میں کیا رائے رکھتا ہے!



اللہ کی مخلوق سے غافل......اللہ کی یاد سے غافل ہے!



پڑوسی کو وہی بھول سکتا ہے...... جسے اللہ یاد نہ ہو!



شہروں کو فتح کرنا کارنامہ نہیں......دلوں کو فتح کرنا اصل کارنامہ ہے!



دولت کی نمائش ایسے ہے جیسے عورت کی نمائش...... اس لیے کوئی باعزت شخص اپنی دولت کی نمائش نہیں کرتا!



دنیا دار کی صحبت سے ہاتھ کھینچ لینا چاہیے...... اِس سے پہلے کہ وہ دل کو دنیا کی طرف کھینچ کر لے جائے!



بیوقوفی...... یہ ہے کہ انسان صرف اپنی عقل پر بھروسہ کر لے!



نعمتوں پر شکر ہونا چاہیے..... نعمتوں کی نمائش نہیں ہونی چاہیے!



حاصل وہ ہے جو خرچ ہو گیا......جو جمع ہو رہا ہے وہ بخل ہے!



دل کھنڈر ہو جائے تو اس کے اندر محلات بنانے کی خواہش بسیرا کر لیتی ہے!



اگر لوگ انسان کو اچھا سمجھتے ہیں تو یہ لوگوں کی اچھائی ہے......انسان کی اچھائی یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اچھا سمجھے!



یقین ایک دولت ہے جو دولت پر یقین رکھنے والوں کو نہیں ملتی...... یہ ان کو ملتی ہے جو اپنے خالق پر یقین رکھتے ہیں!



حق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ حق سے زیادہ دیا جائے!



اللہ انسان کی شہ رگ سے قریب ہے اور حضور ﷺ کے بارے میں فرمایا گیا کہ آپؐ مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں۔ اور یہ بھی حدیث کا مفہوم ہے کہ شیطان انسان کے خون میں گردش کرتا ہے۔ بات قابلِ غور ہے کہ محبّ بھی اندر اور محبوب بھی اندر......اور اللہ معاف فرمائے مردود بھی اندر۔ اس لیے انسان کے اندر کا سفر ہی سب سے کڑا اور بڑا سفر ہے۔ یہ دل......دل دریا سمندر ہے!!



جس کا ضمیر سو جائے......اُس کی آنکھ نہیں کُھلتی!



سونا پانے کی کوشش میں انسان......مٹی ہو جاتا ہے!



زندگی سے مفاد کو نکال دیا جائے......تو زندگی میں فائدہ ہی فائدہ ہے۔



عقل کا استعمال زیادہ ہو جائے تو......زبان کا استعمال کم ہو جاتا ہے!



امیر کون ہے؟......جس کے پاس خیال کی دولت ہے،

اور......

غریب کون ہے؟......جس کے پاس دولت کا خیال ہے!



محسن وہ نہیں جو احسان کر کے پھُول جائے......محسن وہ ہے جو احسان کر کے بھول جائے!



غریب کی اصل مدد یہ ہے کہ اُس کی مدد غریب سمجھ کر نہ کی جائے.....بلکہ بھائی سمجھ کر کی جائے!



اللہ کے بندے صرف واقفِ راز نہیں ہوتے.....وہ خود بھی ایک راز ہوتے ہیں!



خوش نصیب' محبت کی آگ میں جلتا ہے......اور بد نصیب' حسد کی آگ میں!



پھولوں کے ساتھ خار کا ہونا......حسنِ اتفاق نہیں ہے بلکہ حسنِ تخلیق ہے۔



دل شکستہ ہو جائے......تو ذہن پختہ ہو جاتا ہے!



برا آدمی' بُرا ہوتا ہے چاہے تخت پر ہو.....اور اچھا انسان' اچھا ہوتا ہے......چاہے تختہء دار پر ہو!



بلند سَر......نیزے پر ہوگا ......اور سَر بلندی......کربلا میں!!



صاحبِ علم وہ ہے...... جو دوسروں کو اپنے علم میں شریک کرے۔ مگر انسان جیسے جیسے شہرت حاصل کرتا ہے ویسے ویسے عام آدمی کی Range سے باہر ہوتا جاتا ہے۔ بالآخر شہرت اُسے صرف خاص طبقے تک محدود کر دیتی ہے!



جس نے اپنی خواہش کو قتل کیا......وہ بَری ہو گیا!



نہ جاننے والا انجان ہوتا ہے، جاہل نہیں ......نہ ماننے والا جاہل ہوتا ہے!



عقلمند وہ نہیں جو یہ جانتا ہو کہ عقل کا استعمال کہاں کرنا ہے.... عقلمند وہ ہے جو یہ جانتا ہو کہ کہاں عقل استعمال نہیں کرنا ہے!



انسان اس وقت تک روشن خیال نہیں ہوسکتا جب تک روشن ضمیر نہ ہو جائے۔دل میں روشنی نہ ہوتو روشن خیالی بھی خام خیالی کے سوا کچھ نہیں۔



دولت کا خیال انسان کو خیال کی دولت سے محروم کر دیتا ہے۔



انسان وہی کچھ ہے جو یہ سوچتا ہے اور انسان وہی کچھ سوچتا ہے جو یہ ہے۔گدھ کی سوچ' مردار ہے اور شاہین کی سوچ' پرواز......نیک خیالی' نیک نصیبی کے بغیر میسر نہیں آتی!



مظلوم کی سرد آہ......بھڑکتی ہوئی آگ ہے!



کامیابی کسی گُر سے نہیں ملتی......گُرو سے ملتی ہے!



اگر لوگوں کو ضرور کچھ بن کر ہی دکھانا ہے تو...... پھر انسان بن کر کیوں نہ دکھایا جائے!



جس نے 'حاصل' کو مقصد بنا رکھا ہو...... اُسے 'مقصد' کبھی حاصل نہیں ہوگا!



مخلوق پر تنقید کے لیے زبان وہی کھولے...... جسے یہ دعویٰ ہو کہ وہ خالق کی تعریف کا حق ادا کر چکا ہے!



ہم زبان وہ سنتا ہے جو ہم کہتے ہیں...... اور ہم خیال وہ سنتا ہے جو ہم سوچتے ہیں!



مسافر کتنا ہی طاقتور کیوں نہ ہو...... ''وجود'' کا بوجھ اُٹھا کر سفر نہیں کر سکتا!



آزاد خیال انسان بھی اپنے خیال کا قیدی ہے۔ جو کسی عقیدے کو نہیں مانتا' یہی اس کا عقیدہ ہے۔ جو کسی ایمان کو تسلیم نہیں کرتا' یہی اس کا ایمان ہے۔ گویا لادینی بھی ایک دین ہے.....مگر دینِ باطل!



جسے سچ پسند نہ ہو......اسے سچے لوگ کیونکر پسند ہوں گے!



دوسروں کو اتنا چمک کر نہ دکھایا جائے......کہ دوسرے اندھے ہو جائیں!



جو دوسروں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا......وہ دوسروں پر بوجھ ہے!



تکلیف' تکلّف والی بات نہیں......بلکہ تقرب والی بات ہے!



بخیل عبادت تو کر سکتا ہے' سخاوت نہیں کر سکتا۔ وہ مال نہیں دے سکتا' چاہے جان چلی جائے۔ بخیل کے پاس پیسہ ہوتا ہے مگر اسے کسی کا پاس نہیں ہوتا......نہ یتیم کا' نہ غریب کا اور نہ ہی فقیر کا۔ وہ سائل کے سوال سے ڈرتا ہے۔ دنیا کو اُس کے ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ملتا کیونکہ وہ خود صرف فائدے کی دنیا میں رہتا ہے۔ بخیل کا پیسہ اُس کے لیے گرفت ہے......حجاب ہے' حساب ہے بلکہ عذاب ہے۔ بزرگ' بخیل سے دور رہنے کو کہتے ہیں تا کہ بخل' انسان سے دور رہے۔ انسان کو ہمیشہ سخی کے قریب رہنا چاہیے تا کہ اِسے سخاوت کی حلاوت نصیب ہو سکے!



سیدھا راستہ اصل میں کسی کا بتایا ہوا بلکہ دکھایا ہوا راستہ ہوتا ہے......اور یہ کسی لطیف انسان کی لطفِ نظر کے بغیر نہیں ملتا



کڑوی بات' زہر ہے......اور......میٹھا بول' امرت!



کسی ناپسندیدہ واقعہ کو قبول کرنے کے لیے جس صلاحیت کی ضرورت ہوتی ہے اس صلاحیت کی عدم موجودگی کا نام ''مصیبت'' ہے!



جس نے اپنی ذات کو فتح کرلیا......اس نے ساری کائنات کو فتح کرلیا!



جس نے احسان کر کے جتادیا......اُس نے احسان کر کے گنوادیا!



انسان ایک طویل وقت صرف یہ سمجھنے میں صَرف کر دیتا ہے کہ وہ یہاں محدود وقت کے لیے ہے!



اپنی خوبی کا بیان..........اپنی خامی کا اعلان ہے!



مختصر یہ کہ..........جو دل نہیں رکھتا' وہ کچھ نہیں رکھتا!



دشمن اِس لیے ہوتا ہے کہ اُسے دوست بنایا جائے۔ خطائیں معاف کرنے کے لیے ہوتی ہیں۔ جسے ہم سے اختلاف ہے کیا ہمیں اُس سے اتفاق ہے؟ جو ہم کو بُرا سمجھتا ہے، ہم اُس کو کتنا اچھا سمجھتے ہیں؟۔ اصل میں ہمارے پاس ایک طرح کا علم ہے تو دوسرے کے پاس دوسری طرح کا علم ہے۔ جو ہم سے متفق نہیں وہ جاہل، اور ہم اُس سے متفق نہیں تو عالم؟۔ علم صرف رائے کا نام نہیں ہے بلکہ اختلافِ رائے کا نام بھی ہے۔ علم صرف تجزیے کی بات نہیں ہے بلکہ تزکیے کی بات بھی ہے۔ ضروری ہے کہ دوسرے انسان کا تجزیہ کرنے سے پہلے اپنا تزکیہ کیا جائے!



اچھے عمل پر بات کرنے والا......اچھی بات پر عمل کرنے والا بھی ہونا چاہیے!



ایسا ہو کہ ہمارے آنے سے لوگوں کو خوشی ہو......نہ کہ جانے سے!



بُری خواہش......سب سے بُرا حاصل ہے!



مال کا حریص اصل میں حرص کا مریض ہوتا ہے۔ پیسہ اس کی ضرورت نہیں بلکہ مذہب بن جاتا ہے۔ وہ اللہ کا نام تو لیتا ہے مگر اُس کے نام پر دیتا کچھ نہیں۔ وہ استطاعت رکھتا ہے، ہمت نہیں رکھتا۔ ایسا آدمی کہتا ہے کہ وہ زندگی گزارنے کے لیے پیسہ کما رہا ہے مگر اصل میں وہ پیسہ کمانے کے لیے زندگی گزار رہا ہے۔ انسان اپنے پیسے کے پاس یہاں ہمیشہ نہیں رہ سکتا اور جہاں ہمیشہ رہنا ہے وہاں پیسہ ساتھ لے کر نہیں جا سکتا۔



لطیف خیال ہی زندگی میں لطف پیدا کرتا ہے!



انسان، انسانوں سمیت ہر شے سے اپنا رشتہ ختم کرتا جا رہا ہے...... یہ کوئل کی کوک اور دل کی ہوک نہیں سنتا!



یا اللہ! ہمیں وہ چادر دے جس سے پاؤں باہر نہ جائیں۔



اچھا انسان وہ ہے جو دنیا سے arrest ہو کر نہ جائے بلکہ surrender کر کے جائے!



جو شاطر ہے......وہ انتظار کرے......اُس کی بساط ضرور اُلٹائی جائے گی!



مہنگی چیزیں خریدنے والے دماغ کو اگر بیچا جائے تو......سب سے سستا بکے گا!



موت مُردوں پر آتی ہے......زندوں پر زندگی آتی ہے!



جسے تاج پہننے کا شوق ہے......وہ سر کو جھکانا سیکھے!



کسی بزرگ کے ساتھ نسبت کا ہونا خوش نصیبی ہے لیکن اُس نسبت کا بے موقع اظہار مناسب نہیں۔ کامل نسبت اپنا اظہار خود کرتی ہے۔ اسلام میں داخل ہونے کے بعد ''مسلمان'' ہی سب سے بڑی نسبت ہے۔ یہی وہ نسبت ہے جو اسلام کے ماننے والوں کو آپس میں بھائی بھائی بناتی ہے' ورنہ ہم دیکھ رہے ہیں کہ نسبت کے جھگڑوں نے بھائیوں کو بھی بھائی نہیں رہنے دیا۔ نسبت اصل میں محبت کی داستان ہے اور محبت میں محبوب کے علاوہ سب غیر ہے۔ نسبت کسی کا نام ساتھ لگانے سے قائم نہیں ہوتی بلکہ خود کو کسی کے نام لگا دینے سے قائم ہوتی ہے۔ نسبت میں نسبت کا شور نہیں مچایا جاتا بلکہ ''مَیں'' مچایا جاتا ہے اور پھر اُس کے اندر خود کو جلانا پڑتا ہے۔ یہ بھی وہی دریا ہے جس کے اندر ڈوب کر جانا پڑتا ہے۔ نسبت کا اظہار اصل میں قُرب کا اظہار ہے اور اظہار' قُرب سے پہلے تک ہے..... قُرب کے بعد صرف قُرب ہے!!



درویشی یہ نہیں کہ انسان دنیا کے اندر نہ رہے..... درویشی یہ ہے کہ دنیا انسان کے اندر نہ رہے!



روشنی حاصل کرنے کے لیے دل کا چراغ روشن کرنا پڑتا ہے۔ باطن کی تاریکیاں دور نہ ہوں تو ظاہر کی روشنیاں کام نہیں آتیں!



بزرگ کا وارث، ضروری نہیں کہ اُس کی بزرگی کا وارث بھی ہو۔ ''بزرگ'' ایک شخص کا نام نہیں بلکہ ایک شخصیت کا نام ہوتا ہے۔ وہ جس علم کی وجہ سے بزرگ کہلاتا ہے وہ ایک روحانی علم ہے اور روح کا کوئی بیٹا ہے نہ باپ......اور نہ کوئی گدی نشین!!



جو دنیا کی محبت سے نہ نکل سکے.....وہ محبت کی دنیا سے نکل جاتا ہے!



خوشامد سننے کا عادی.......سچ نہیں سُن سکتا!



اسلام کے نام پر تنظیمیں بنانے سے اسلام کی خدمت نہیں ہوگی بلکہ اسلام سے جماعتیں اور تنظیمیں نکالنے سے اسلام کی خدمت ہوگی!



جس زبان سے اللہ کی تعریف کرنی ہے......اُس زبان سے اپنی تعریف نہ کی جائے!



اچھے خیال کو الفاظ میں ڈھالنے والا ادیب ہوتا ہے اور اچھے خیال کو عمل میں ڈھالنے والا، فقیر!!



پیر کا مطلب ہے حکم دینے والا......اور مرید کا مطلب ہے حکم ماننے والا!



کسی کی اصلاح کا مطلب ہے کسی کے لیے کچھ کرنا......اصلاح صرف نصیحت سے نہیں ہوتی!



انسان کا خیال اس قدر پست ہو چکا ہے کہ اس میں بلند عمارتوں کا جنون پیدا ہو گیا۔ اس کے پاس دل چھوٹا ہے اور مکان بڑا۔ پیسے کا زہر اس کے خون میں سرائیت کر گیا' اس کا خون سفید اور دل سیاہ ہے۔ اب یہ آنکھ سے ٹپکنے والے لہو کا قائل نہیں رہا۔ دنیا کی طرف مائل انسان اب محبوب کی نظر سے گھائل ہونا پسند نہیں کرتا۔ پیسے کا دلدادہ...... دلبری سے محروم ہو گیا!!



اعلیٰ ظرفی یہ ہے کہ اپنی خوبیوں اور دوسرے کی خامیوں کو بیان نہ کیا جائے۔



انسان لقمۂ تر' کی تلاش میں...... لقمۂ اجل ہو جاتا ہے!



کردار..... تلوار سے بڑی طاقت ہے!



دنیادار یہ کہے گا کہ فلاں کے ذمّہ میرا حق رہتا ہے اگر وہ اپنا حق ادا کر دے تو میں اپنا حق ادا کر دوں گا۔ اس کی زیادتی یہ ہے کہ وہ لوگوں کی زیادتوں کا گلہ کرتا ہے۔ دراصل اُس کی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی یہ کہہ دے کہ جناب پہلے نے آپ کا حق ادا نہ کیا تو آپ نے دوسرے کا حق غصب کر کے انصاف کا تقاضا پورا کر دیا سو آپ ظالم نہیں، منصف ہیں۔ ایسا انسان پل پل، پائی پائی کا حساب رکھتا ہے اور پیسے کو تسبیح کے دانوں کی طرح گنتا ہے۔ اگر یہ مسجد میں جائے گا تو اپنا جوتا بھی بغل میں دبا کر ساتھ لے جائے گا۔ یہ اپنا جوتا اپنی صف کے نیچے اس لیے رکھتا ہے کہ اِسے لگتا ہے باہر سب چور ہیں، حالانکہ چور اِس کے اندر ہے جو اس کا یقین چوری کر کے لے گیا۔



کمزور آدمی کی ایک کمزوری یہ ہے کہ وہ کسی کی ڈھارس نہیں بندھا سکتا...... کیونکہ وہ خود اپنی انا کے ہاتھوں بندھا ہوتا ہے!



بحث جیتنا علم کی بات نہیں...... بحث سے بچنا علم کی بات ہے!



جو دنیا سے بے نیاز ہوا...... دنیا اس کی نیاز مند ہوگئی!



لوگوں سے آگے بڑھنا ترقی نہیں ہے...... لوگوں کو ساتھ لے کر چلنا ترقی ہے!



ہر قیمتی چیز اچھی نہیں ہوتی...... مگر ہر اچھی چیز قیمتی ضرور ہوتی ہے!



جو سر جھک گیا....... وہ سرفراز ہوگیا!



اچھا انسان وہ ہے جو لوگوں کا دل جلا کر نہ جائے...... بلکہ اُن کے دل میں دیپ جلا کر جائے!



زکوٰۃ دینے سے بیشک مال میں اضافہ ہوتا ہے مگر زکوٰۃ کا مقصد مال میں اضافہ نہیں۔ زکوٰۃ اِس لیے ہے کہ اکھٹا کرنے والے میں بانٹنے کا شعور پیدا ہو سکے۔ بخیل کو سخاوت کی حلاوت مل سکے۔ زکوٰۃ کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ دل سے دولت کی محبت کم ہو جائے۔ مگر یہاں زکوٰۃ کا تصور تجارت بنا دیا گیا' زکوٰۃ دو...... مال بڑھاؤ۔ یوں پیسے کے اضافے سے پہلے ہی پیسے کی محبت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ اصل میں زکوٰۃ جس دولت میں اضافہ کرتی ہے' وہ یقین کی دولت ہے۔ زکوٰۃ کو ادا کرنے کے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔



جب دل بات کے اندر اُتر جائے......تو بات دل کے اندر اُتر جاتی ہے!



عقل کا دشمن.......دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے!



انسان سب سے زیادہ ضربیں' پیسے کو ضرب دینے کی خاطر کھاتا ہے۔وہ سمجھتا ہے کہ پیسہ اِس کو تکلیف سے بچائے گا' حالانکہ خود تکلیف جھیل کر پیسہ کماتا ہے... جو شئے خود تکلیف کا باعث ہو اس نے کسی تکلیف سے کیا بچانا ہے!



زندگی اگر اپنی مرضی نہیں ہے...... پھر زندگی میں اپنی مرضی بھی نہیں ہونی چاہیے!



زندگی کو محبوب سمجھنے والا اور ہوتا ہے......... محبوب کو زندگی سمجھنے والا اور!!



اپنی راہنمائی کے لیے......اپنے علاوہ کسی راہنما کی ضرورت ہوتی ہے۔



کھانے میں سُستی ہے.......اور فاقے میں مَستی!!



حکم کی وضاحت یہ ہے کہ حکم کو بغیر کسی وضاحت کے مان لیا جائے۔ کہتے ہیں نماز پڑھنے سے انسان تندرست رہتا ہے حالانکہ نماز بیمار پر بھی فرض ہے۔ کہتے ہیں کہ روزہ اِس لیے ہے کہ اِس سے غریب کی بھوک کا احساس ہوتا ہے حالانکہ روزہ غریب پر بھی فرض ہے۔ کہتے ہیں زکوٰۃ دینے سے مال میں اضافہ ہوتا ہے پھر تو زکوٰۃ دینے کی سب سے زیادہ ضرورت غریب کو ہے مگر وہ تو زکوٰۃ لینے والوں میں ہے اور اُس کے مال میں اضافہ زکوٰۃ لے کر ہی ہوتا ہے۔ اصل میں بات ماننے کی ہے کیونکہ حکم دینے والا کسی کے حکم کا پابند نہیں۔ وہ جب چاہے' جو چاہے حکم دے اور انسان کا کام ہے اُسے من وعن مان لے......بغیر کسی دیر اور تاویل کے!



آج کا انسان پیسہ رکھتا...... پڑوسی نہیں رکھتا!!



انسان کے پاس زندگی ہے تا کہ یہ اپنی موت آسان کر سکے......مگر یہ زندگی کو آسان بنانے کی کوشش میں روز مرتا جا رہا ہے!



انا ایک بُت ہے......اور انا پرست........ایک بُت پرست!!



فقیر اس بات پہ خوش نہیں ہوتا کہ اُس کی ذات کو مانا جائے ......فقیر اس بات پہ خوش ہوتا ہے کہ اُس کی بات کو مانا جائے۔



غریب کو غریبی، غریب نہیں کرتی بلکہ امیر کے پیسے کی نمائش غریب کرتی ہے!



جاہل کہتے ہیں رشوت سے تمام کام ہو جاتے ہیں......نہیں......رشوت سے کام، تمام ہو جاتا ہے!



سائل کا سوال......اُسے مستحق بنانے کے لیے کافی ہے!



ایک چھوٹی سی آنکھ کتنی بڑی کائنات دیکھ سکتی ہے......اور اتنی بڑی کائنات دیکھنے والی آنکھ، خود کو نہیں دیکھ سکتی۔ کیا عجیب بات ہے کہ روشنی رکھنے والی آنکھ...... بے بسی بھی رکھتی ہے۔



محبت میں اپنی مرضی نہیں ہے......اگر اپنی مرضی ہے تو پھر محبت نہیں ہے!



بعض اوقات آدمی ضرورت کے نام پر یوں گناہ کرتا ہے کہ جیسے گناہ ہی اِس کی ضرورت تھی!



انسان سانس کے دم سے انسان نہیں ہے...... بلکہ احساس کے دم سے انسان ہے!



نماز قائم ہونے کا مطلب ہے کہ انسان جو آیات نماز میں پڑھتا ہے وہ اِس کی زندگی پر نافذ بھی ہو جائیں۔ جب الحمداللہ کہہ دیا پھر غریبی کا خوف اور حالات پر گلہ نہ رہے۔ جب الرّحمٰن اور الرّحیم کہہ دیا پھر اپنی زندگی سے بھی غصہ نکال دیا جائے۔ پھر انہی صفات کے اندر بستر لگا کر زندگی بسر کی جائے......نماز قائم ہونے کا مطلب ہے کہ مسجد کے اندر جو نماز ہو رہی ہے وہ نماز زندگی کے اندر بھی انسان پر رائج ہو جائے!



وہ جس کو کربلا سے گزارتا ہے......اُس کے نام پر کرب و بلا کو ٹالتا ہے!



خوشی کا مطلب ہے کہ انسان...... ہر حال میں خوش رہے!



انسان لطف سے محروم اس لیے ہے کہ یہ صرف خواہشوں کی خاطر جی رہا ہے......یہ زندگی جینا بھول چکا ہے!!



احسان لینے والا، انسان کو محسن بناتا ہے...... گویا وہ محسن کا بھی محسن ہے!!



جو چہرہ آنکھ کو بھا جائے...... وہی چہرہ خوبصورت ہے!!



انسان دنیا چھوڑ جاتا ہے...... غصہ نہیں چھوڑتا!



دوسروں پر تنقید...... اپنا سکون برباد کرنے کی ایک کامیاب کوشش ہے!



وہ بات جس سے مخاطب کو کوئی فائدہ نہ ہو...... وہ بات اضافی ہے!



جو چیز اللہ ہم کو دیتا ہے ہم وہ چیز بھی اللہ کے نام پر کسی کو نہیں دیتے۔ جس چیز کے بارے میں یقین ہو کہ اللہ نے دی ہے اُسے اللہ کے نام پر دینے میں دقت نہیں ہونی چاہیے!



بڑی عقل......دھوکہ بھی بڑا ہی کھاتی ہے!



دلیر وہ ہے جو اپنی غلطی کا اعتراف کر سکے......اور دوسرے کی غلطی کو معاف کر سکے!



ناتمام خواہشیں.....انسان کو تمام کرنے کے لیے کافی ہوتی ہیں!



ہم کب سے اپنے لیے جی رہے ہیں، کیوں نہ اب تھوڑا سا دوسروں کے لیے جی کر دیکھا جائے۔ لوگوں کی کون کون سی خامی، کس کس سے بیان نہیں کر چکے ہم۔ اب کیوں نہ لوگوں کی خوبیاں بیان کی جائیں۔ ہم دشمنوں کے ساتھ دشمنیاں نبھا چکے ہیں، کیوں نہ اب دوستوں کے ساتھ دوستیاں نبھائی جائیں۔ ہم نے لوگوں کے ساتھ مقابلے اور مناظرے کر کے دیکھ لیے اب کیوں نہ اِن کے ساتھ محبت کر کے دیکھا جائے۔ ہم نے ساری زندگی خواہشات کا بوجھ اُٹھایا ہے۔ اب کیوں نہ کچھ مہربانی کی جائے.....اپنے ساتھ مہربانی!!



نیکی کے راستے میں جو گھر آتا ہے......وہ پڑوسی کا گھر ہے!



موٹی عقل......باریک بات سمجھنے سے قاصر ہوتی ہے!



انسانوں پر حکمرانی کی خواہش......اصل میں انسان پر خواہش کی حکمرانی ہے!



سٹیٹس کے نام پر امیر' غریب سے الگ ہوتا جا رہا ہے۔ بڑے بڑوں نے بڑی بڑی سوسائٹیاں بنا کر اُسے بڑی کامیابی قرار دے دیا اور یوں غریبوں کے لیے کوئی جائے قرار باقی نہ چھوڑی۔ انسانیت' پوش ایریاز میں جا کر روپوش ہوگئی۔ جب بھائی بھائی سے دور ہو جائے تو بھائی چارہ کیسے قائم ہو۔ جب زندگی کا معیار شرافت اور صداقت کی بجائے صرف دولت ہو پھر انسان کا انسانوں سے رشتہ انسانیت کا نہیں' ضرورت کا ہوتا ہے۔ پھر سماج پہ راج صرف مفاد کا ہوتا ہے۔ دولت کا وہ کون سا حصار ہے جو دولتمند کو مجبور کرتا ہے کہ وہ اپنے غریب بھائی سے رشتے کو رشتہ داری میں نہ بدل سکے۔ آخر انسان کب انسانوں کا درد بانٹنا سیکھے گا۔ انسان یہ کب جانے گا کہ خوبصورت دل ہی بہترین سرمایہ ہے۔ اصل میں انسان کا سٹیٹس ایک دوسرے کے پاس اور قریب رہنا ہے سٹیٹس کے نام پر اک دوسرے سے دور اور جدا ہو جانا نہیں۔



تاریخ رقم کرنے والا اور ہوتا ہے......تاریخ کو رقم کرنے والا اور!



توکل سے خالی دل......لالچ سے بھرا ہوتا ہے!



ہم زندگی میں کیا کچھ نہیں کرنا چاہتے اور اِس کے لیے کیا کیا کچھ نہیں کرتے ہم زندگی میں۔ لوگوں سے آگے بڑھنے کے لیے لوگوں سے مقابلہ کرتے ہیں، جھگڑا کرتے ہیں۔ کبھی دھوکہ دیتے ہیں اور کبھی دھوکہ کھاتے ہیں۔ سُکھ کی آرزو ہمیں سُکھ کا سانس نہیں لینے دیتی۔ ہم نہ کسی کے ساتھ چلتے ہیں نہ کسی کو ساتھ چلنے دیتے ہیں۔ ہم لوگوں پر برتری چاہتے ہیں، برابری نہیں۔ ہم بڑے بڑے مکانوں میں رہتے ہیں اور ہمیں دلوں میں رہنا بھول گیا۔ ہمیں بھول گیا کہ ہم ایک محدود وقت کے لیے یہاں ہیں اور پھر یہاں سے جانا ہے، ہمیں اِس جہاں سے جانا ہے۔ ہم اپنے بعد صرف جائیداد چھوڑ کر جانا چاہتے ہیں، کوئی یاد چھوڑ کر نہیں جانا چاہتے۔ ہم کسی سے راضی ہو کر جاتے ہیں نہ کسی کو راضی کر کے۔ ہم دعائیں لے کر نہیں بلکہ حسرتیں لے کر رخصت ہو جاتے ہیں۔ جو دنیا ہم کو زندگی نہ دے سکی ہم اُس کو ساری زندگی دے جاتے ہیں۔ ہم دنیا میں رہنا سیکھ نہ سکے...... ہم دنیا سے جانا تو سیکھ جائیں۔ ہم اپنے حصے کا کوئی چراغ تو جلا جائیں ''اس سے پہلے کہ چراغوں کو ہوا لے جائے'' !



کائنات میں نظر آنے والا تضاد...... کائنات کا توازن ہے!



ایسا بھی ہوتا ہے کہ دل ٹوٹ گیا اور آدمی، انسان بن گیا۔ جو کام بڑی ریاضتوں اور عبادتوں سے نہ ہوسکا وہ کام دل کے ٹوٹنے سے ہوگیا۔ درد آیا اور انسان کو ایک دردمند انسان بنا گیا۔ ٹھوکر لگی اور بندہ سنبھل گیا۔ غم، بندے کو بندہ نواز کر گیا۔ بعض اوقات بات نہ بننے سے بھی بات بن جاتی ہے۔ دینے والے کا انداز ہے جو کسی اندازے میں نہیں آسکتا۔ وہ ذرّے کو آفتاب کرسکتا ہے۔ دل کا ٹوٹ جانا خوش نصیبی کا باعث بھی ہوسکتا ہے!!



مسافر وہ ہے...... جو دوسروں کے سفر کو آسان بنانے کی کوشش کرتا رہے!



دل کی کھیتی......آنکھوں کے برسنے سے سیراب ہوتی ہے!



دوسروں کو وہ بات بتانا جو اپنے علم میں ہو اور عمل میں نہ ہو...... وہ بات دوسروں کے علم میں اضافہ کرتی ہے، عمل میں نہیں!



بدمست انسان...... بدمست اونٹ سے زیادہ کہرام مچاتا ہے!



گمراہی کیا ہے......؟ اپنے علاوہ سب کو گمراہ سمجھنا!



جس نصیحت پر عمل نہ کیا ہو......اُس عمل کی نصیحت کرنا بے اثر ہے!



جو چاہتا ہے کہ کوئی اُس کی سنے......اُسے چاہیے کہ وہ بھی کسی کی سُنے!



یااللہ! اتنا بڑا گھر نہ دینا کہ پڑوسی کو اپنا گھر چھوٹا لگے!



گھاٹے کا سودا یہ ہے کہ انسان ضمیر بیچ کر امیر ہو جائے۔عشرت کی زندگی انسان کو رشوت کی زندگی گزارنے پر مجبور کر دے۔اس کا مال محفوظ ہو جائے اور خیال مفلوج۔بینک میں پیسہ رکھنے والا اگر سینے میں دل نہیں رکھتا تو غریبی اور کیا ہے۔بخل تو دل کا قفل ہے اور بخیل اپنے مال کا قیدی بن کے رہتا ہے۔سخی سائل کو دیکھ کر خوش ہوتا بخیل سائل کو دیکھ کر بدگمان ہو جاتا ہے۔جس کو دینے کی عادت نہ ہو اُس کے لیے تو جان دینا بھی مشکل ہو جائے گا۔کمزور انسان سارا زور پیسہ کمانے میں لگا دیتا ہے۔سکّوں کی کھنک اِسے سکون سے نہیں رہنے دیتی۔انسان کو سوچنا چاہیے کہ وہ لوگ کون تھے جو امیر نہ ہونے کے باوجود بھی امر ہو گئے۔جن لوگوں نے اپنے دل کے دروازے لوگوں کے لیے کھُلے رکھے' آج لوگ اُن کے مزارات پہ سونے کے دروازے لگا رہے ہیں۔جن لوگوں نے دنیا کو دل سے نکال دیا' دنیا والوں نے اُن کو دل میں رکھ لیا۔جو زمین اور مکان کی محبت سے آزاد ہوئے زمان و مکان اُن کے ہو گئے۔سودائی ضمیر کا سودا کر کے برباد ہوئے اور ضمیر کی آواز سننے والے آباد ہو گئے...... ہمیشہ ہمیشہ کے لیے!



موت سے بچنے کا طریقہ یہ ہے کہ......زندگی کو کسی پر نثار کر دیا جائے!



یاد رہے کہ ہر پیدا ہونے والے انسان نے مرنا ہے اور ہر مرنے والے انسان نے اٹھنا ہے۔ حساب کتاب میں دن گزارنے والا انسان حساب کے دن سے غافل کیوں ہے۔ یہ پیسے میں اضافہ چاہتا ہے حالانکہ پیسہ نہ زندگی میں اضافہ کر سکتا ہے اور نہ زندگی کی خوشیوں میں۔ انسان کی زندگی اس لیے نہیں ہے کہ پیسہ کمانے کے کام آئے پیسہ اس لیے ہے کہ انسان کی زندگی کے کام آئے۔ انسان پیسے کو کمائی سمجھتا ہے حالانکہ اس کی اصل کمائی تو انسان ہی ہیں۔ اس کا اثاثہ تو وہ لوگ ہیں جن کے درمیان اس کی زندگی گزر رہی ہے۔ اس کی اصل دولت تو وہ چہرے ہیں جو اس کی آنکھوں کے سامنے ہیں۔ انسان یا لوگوں کی خوشیوں میں شریک ہو جائے یا اُن کو اپنی خوشیوں میں شریک کر لے۔ اگر یہ دوسرے کے لیے جی نہیں سکتا تو دوسرے کو جینے تو دے۔ یہ اپنا پیسہ اپنوں پر لگا کر خوش نہیں ہوتا بلکہ اُن کو دکھا کر خوش ہوتا ہے حالانکہ وہ پیسہ عذاب ہے جو صرف اپنے کام آتا ہے اور اپنوں کے کام نہیں آتا۔ وہ مرتبہ سزا ہے جو بھائی کے دل میں احساسِ محرومی پیدا کر دے۔ پیسے کے ساتھ رہنے والا کبھی خوش نہیں رہ سکتا' خوشی انسانوں کے ساتھ رہ کر ملتی ہے۔ لوگوں میں دکھ بانٹنے والا کبھی خوش نہیں رہ سکتا بلکہ لوگوں کے دکھ بانٹنے والا خوش رہتا ہے۔ خوشی ایثار سے ملتی ہے بیوپار سے نہیں۔ کسی کا حق چھیننے سے سکون چھن جاتا ہے۔ انسان اپنا حق ادا کرے تا کہ اس کے حق میں کچھ بہتر ہو سکے!



زندگی سے اگر چیزوں کی محبت نکال دی جائے......تو محبت کی زندگی مل جاتی ہے۔



حق گو ہونے کے لیے...... کم گو ہونا پڑتا ہے!



دھڑکنے والا دل، دل نہیں ہوتا...... بلکہ تڑپنے والا دل، دل ہوتا ہے



معاشرہ، معاش سے نہیں...... احساس سے بنتا ہے!



لوگوں کے گھر دیے جلنے دو.......... تا کہ اپنا گھر جلنے سے محفوظ رہے!



انسان اپنے برتنوں تک کی حفاظت کرتا ہے کہ ٹوٹ نہ جائیں اور خود دوسروں کا دل توڑنے سے بھی گریز نہیں کرتا...... حالانکہ دل، برتنوں سے تو قیمتی ہوتا ہے۔



بڑا آدمی بڑا ظرف رکھتا ہے۔ بڑا آدمی جن مشکلات سے گزرتا ہے وہ بھی بڑی ہوتی ہیں۔ آج تک کسی بڑے آدمی کو تکلیف میں گلہ کرتے نہیں دیکھا گیا۔ کیونکہ بڑا آدمی' بڑا صبر کرنے والا ہوتا ہے۔ بڑا آدمی کبھی پیسہ جمع نہیں کرتا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ پیسہ جمع کرنے والا آدمی کبھی بڑا نہیں ہوتا۔ وہ کمائی کو اپنا نہیں سمجھتا بلکہ اپنوں کو کمائی سمجھتا ہے۔ جو خرچ ہو گیا' وہی اس کی بچت ہے۔



علم کتابوں کی وجہ سے نہیں ہے...... کتابیں علم کی وجہ سے ہیں!



انسان دولت کمانے کے لیے جتنا وقت خرچ کر رہا ہے...... ساری دولت خرچ کر کے بھی وہ وقت واپس نہیں خرید سکتا!



مانگنے والا اگر حق دار نہیں اور صرف Actor ہے...... تب بھی اُس کا حق ہے کہ اُسے اِس Acting کی داد دی جائے!



اگر انسان نے صرف اپنے لیے محل بنایا ہے تو وقت اُسے کھنڈر بنا دے گا مگر کسی دوسرے کے لیے بنائی ہو جھونپڑی یادگار بن جائے گی۔



محبت دلیل کو نہیں مانتی..........محبت' محبوب کو مانتی ہے!



دنیا زہر ہے اور دنیا دار سانپ......دونوں سے دوستی' موت ہے!



انسان چاہتا ہے کہ اس کے عیب چھپائیں جائیں اور دوسروں کے عیب گنوائیں جائیں۔ یہ دوسروں کی غلطیوں پر انصاف اور اپنی غلطی پر احسان چاہتا ہے۔ یہ دوسروں کا حبیب بننے کی بجائے اُن کا حریف بنتا ہے۔ یہ دوسروں سے آگے نکلنا چاہتا ہے بھلے آگے' آگ ہی ہو۔ کار اور کاروبار سے پیار کرنے والا انسان بیدار نہیں ہو رہا' یہ پیسہ کمانے' بڑھانے اور بچانے کے لیے رات بھر جاگتا ہے مگر اس کا احساس ہے کہ نہیں جاگ رہا۔ یہ گلوں میں رنگ دیکھنے کی بجائے گلقند دیکھتا ہے۔ اس کی نظر بیوپاری اور شکاری کی نظر ہے۔ لالچ نے فالج کی طرح انسان کو مفلوج اور مجبور کر دیا ہے۔ انسان اگر انسان سے محبت نہیں کرے گا تو انسان سے محبت کس نے کرنی ہے؟ دراصل ہم سب ایک دوسرے کے لیے ہیں۔ موجودات اور ایجادات ہمارے لیے ہیں۔ چیزیں ہمارے لیے ہیں...... ہمارے استعمال کے لیے' ہماری محبت کے لیے نہیں...... محبت کے لیے تو ہم خود ہیں...... ایک دوسرے کے لیے!!



غم کے بغیر...... غمخوار نہیں ملتا!



گُرو ایک بڑی واردات کرتا ہے...... وہ انسان کو ضمیر کی آواز سننا سکھا دیتا ہے!



کربلا سے محبت رکھنے والے کرب و بلا سے گزرتے رہے ہیں۔ایسے لوگ موت کو میلہ بناتے رہے ہیں اور بناتے رہیں گے۔دشمن ان کو قبر میں اتارنا چاہتے ہیں مگر وہ دل میں اتر جاتے ہیں۔روشنیاں اُن کا طواف کرتی ہیں کیونکہ ان کے دل میں اللہ کا نور ہوتا ہے۔وہ جانتے ہیں کہ ظالم معتوب ہوتا ہے اور مظلوم محبوب ہوتا ہے۔مظلوم کبھی مرحوم نہیں ہوتا بلکہ شہید ہوتا ہے اور سیدالشہداء کے قریب ہوتا ہے۔ظالم ان کو مارتا ہے اور خالق ان کو زندہ رکھتا ہے' رزق دیتا ہے' زندگی دیتا ہے اور زندگی بھی ایسی کہ انسانی شعور سے بالاتر۔مظلوم پر اگرچہ ظلم بیت جاتا ہے مگر مظلوم پھر بھی جیت جاتا ہے۔ظالم کی کوئی عاقبت نہیں' کوئی آخرت نہیں۔مظلوم کی زندگی سعادت ہے' اس کی موت شہادت ہے اور اس کی آخرت' راحت ہے۔اس کے لیے اللہ کی رضا ہے' عطا ہے بلکہ عطا در عطا ہے۔مظلوم کی آنکھ سے نکلنے والا آنسو دریائے نیل ہے اور ظالم فرعون کی طرح اس میں غرق ہو جائے گا۔ظالم کے حساب کے لیے وقت مقرر ہے۔سخت دل کے لیے سخت دن طے ہو چکا۔لوگوں کو خوفزدہ کرنے والا خوفناک انجام کا انتظار کرے۔قاتل اس وقت کا انتظار کرے جب مقتول' مقبول ہوگا......وہ وقت دور نہیں!!



آزاد صرف وہی ہے.......جو لالچ سے آزاد ہے!



انسان دنیا میں اس لیے نہیں آیا کہ لوگوں کو دکھا دکھا کر کمائے اور کما کما کر دکھائے......انسان دکھاوا کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ مداوا کرنے کے لیے ہے..... دوسروں کے دکھ کا مداوا کرنے کے لیے!



سکون کی دنیا میں داخل ہونے کے لیے......وجود کی دنیا سے نکلنا پڑتا ہے!



انسان جسے کچھ دے نہیں سکتا......پھر اُسے دُکھ بھی نہ دے!



اسلامی بینک......اسلام سے نہیں، پیسے سے محبت کا نتیجہ ہیں!



سب سے اچھی بات........خاموشی ہے!



آج انسان کے پاس علم زیادہ ہے اور عمل کم۔ علم کی یلغار اور بھرمار ہے۔ مگر عمل کی قلت اور قحط۔ آج اخبار تحریروں اور مجمع تقریروں سے سجا ہوا ہے۔ پیروں اور فقیروں کا غلام وزیروں اور مشیروں کا غلام بھی ہے۔ مرید کی مراد پیسہ ہے۔ پیر خود جاگیرداروں کو ترجیح دیتا ہے۔ پیر کا پروٹوکول امیر اور غریب مرید کے لیے الگ ہے۔ کہا جاتا ہے کہ یہ مراتب کا خیال رکھا جا رہا ہے' مگر نہیں یہ مرتبوں کا خیال ہے' عہدوں کا خیال ہے۔ مرید امیر یا غریب نہیں ہوتا' صرف مرید ہوتا ہے۔ درویش کے نام پر محفل منعقد کر کے دنیا دار کو اس کی صدارت نہیں دی جا سکتی چاہے دنیا دار ملک کا صدر کیوں نہ ہو۔ آج انسان بڑے بڑے علم سیکھ رہا ہے' بڑی بڑی کتابوں کے نام اسے آتے ہیں بس پڑوسی کا نام نہیں آتا۔ یہ چاند پر جانے کو تیار رہتا ہے مگر روٹھے ہوئے بھائی کو منانے کے لیے اس کے پاس چل کر جانے کو تیار نہیں۔ اصل میں علم کی بات صرف یہ نہیں کہ دودھ کی نہریں کیسے نکالنی ہیں بلکہ علم کی بات یہ بھی ہے کہ صبح جو دودھ والا گوالا گھر پہ آئے گا اس سے کیسے ملنا ہے۔ آسمانوں کا علم یہ نہیں ہے کہ انسان زمین والوں سے غافل ہو جائے۔ علم یہ نہیں ہے کہ پاس بیٹھے لوگ مر رہے ہوں اور انسان مسیحا بننے کا علم سیکھتا رہے۔ علم یہ نہیں کہ مدد کرنے پر صرف کتابیں پڑھی جائیں ،علم یہ ہے کہ مدد کی جائے!



مدینہ کائنات میں ایک بستی کا نام نہیں...... بلکہ کائنات' مدینہ کے اندر ایک بستی کا نام ہے۔



جو انسان حسابی کتابی زندگی گزار رہا ہے اسے حساب کے لیے تیار رہنا چاہیے۔ جس کا دین صرف لین دین ہے وہ دینِ حق سے کیا لے گا۔ دین دینے سے بنتا ہے' لینے سے دنیا بنتی ہے۔ اللہ سے بے حساب جنت مانگنے والا لوگوں سے پائی پائی کا حساب مانگتا ہے۔ مسجد بنانے والا کہتا ہے کہ یا اللہ میں نے تیرے لیے مسجد بنائی ہے اب تو میرے لیے فیکٹری بنا دے۔ دراصل انسان جس مقصد کے لیے عبادت کر رہا ہے وہی مقصد اس کا معبود ہے۔ اگر یہ عبادت سے دولت مانگ رہا ہے تو یہ دولت کی عبادت ہے۔ انسان کہتا ہے کہ غریبی دور ہونی چاہیے' چاہے رشوت کے مال سے ہو۔ جو حلال پہ راضی نہیں ہو رہا وہ حرام پہ کیسے راضی ہو گا۔ جو مالک کی تقسیم پہ راضی نہیں اگر مالک اس کے پیسے کو ضرب دے دے وہ اس پر بھی راضی نہیں ہو گا۔ مال جمع کرنے کی کوشش میں انسان سکون سے محروم ہو جاتا ہے۔ ایسا انسان بڑی دلیلیں اور تاویلیں دیتا ہے' کہتا ہے کہ انسان کے لیے صرف وہی ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔ پھر کوشش اِس بات کی ہونی چاہیے کہ دل سے مال کی محبت کم ہو جائے۔ مگر اس کی کوشش تو یہ ہے کہ مال میں اضافہ ہو۔ اگر مال میں اضافے کی کوشش ہے تو صرف مال میں اضافہ ہو گا' پھر ممکن ہے کہ محل تو بن جائے مگر دل کھنڈر ہو جائے...... بنجر زمین ہو سکتا ہے کہ آباد ہو جائے اور دل کی زمین بنجر ہو جائے۔ ہو سکتا ہے کہ عبادت سے نوکری مل جائے لیکن پھر عبادت سے معبود نہیں ملے گا' شعور نہیں ملے گا۔ بہتر ہے کہ انسان کو یقین ہو جائے کہ اس وقت جو ہو رہا ہے وہی بہتر ہے۔ اگر خزاں کا موسم ہے اور پتے جھڑ رہے ہیں تو یہ بہار کے آنے کی خبر ہے۔ دن پھرنے کا وقت وہی ہے جو دل پھرنے کا وقت ہے۔ اگر غریبی ملی ہے تو غریب نواز بھی ملیں گے۔ پل پل' پائی پائی کا حساب رکھنے والا یاد رکھے کہ جو حساب میں جتنا سخت ہو گا...... اس کا حساب بھی اُتنا سخت ہو گا!



اللہ کا بندے سے ناراض ہونا جہنم سے بڑی سزا ہے چاہے بندہ جہنم میں نہ ہو۔



جس سَر میں غرور ہو......اُس سَر کا سجدہ نہیں ہوتا!



جسے اپنے گرد مجمع اکٹھا کرنے کا شوق ہو......وہ ''مداری'' کے علاوہ کچھ نہیں!



دنیا صرف ویران دل میں آباد ہوسکتی ہے......آباد دل میں صرف محبوب ہوتا ہے!



علم حاصل کرنا محنت طلب کام ہے......اور جاہل کو برداشت کرنا ریاضت طلب کام!



علم کا زعم...... بدترین جہالت ہے!



مشکل میں پیسہ کام نہیں آتا...... مشکل میں مشکل کشا کام آتا ہے!



علم، غرور کی نفی کا نام ہے...... اس لیے انسان کے پاس جب علم آ جائے تو غرور نہیں رہتا......اور غرور آ جائے تو علم نہیں رہتا!



اسلام کا مدعا انسان کو عظیم بنانا ہے.....امیر بنانا نہیں!



خدا کو خدا سمجھنے والو.........انسان کو بھی انسان سمجھو!!



آج انسان دوسروں کو فائدہ پہنچانے کی بجائے دوسروں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔کوئی پلان بناتے وقت یہ نہیں سوچتا کہ اس سے کتنے لوگوں کا فائدہ ہوسکتا ہے بلکہ یہ سوچتا ہے کہ اس سے کتنے پیسوں کا فائدہ ہوسکتا ہے۔کاروبار زندگی کے لیے ہوتا ہے مگر اس کی زندگی کاروبار کے لیے ہے۔حیثیت پسند انسان اب حیثیت پرست ہوتا جارہا ہے۔یہ دنیاوی مرتبہ چاہتا ہے چاہے انسانی مرتبے سے گر کر حاصل کرنا پڑے۔ اس کی زندگی کا اصول، حصول کے سوا کچھ نہیں۔انسان کو دیکھنا ہوگا کہ کہیں یہ بڑا آدمی بننے کی آرزو میں بُرا آدمی نہ بن جائے۔آج جو ڈاکٹر اپنی فیس پہ compromise نہ کرے وہ بڑا ڈاکٹر ہے، جس ہسپتال میں غریب کی رسائی نہ ہو وہ بڑا ہسپتال ہے، جس بس پہ غریب سفر نہ کر سکے وہ بڑی بس سروس ہے، جس سکول میں غریب کا بچہ نہ پڑھ سکے وہ بڑا اسکول ہے۔انسان کو سوچنا چاہیے کہ بڑائی کا سفر کون سا ہوتا ہے اور برائی کا سفر کون سا۔اصل میں غریب کو خیرات کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ خیر کی ضرورت ہوتی ہے۔آج انسان خیرات بانٹتا ہے، خیر نہیں۔خیر روکنے والا اپنی خیر منائے۔جو اپنی روشنی کے لیے کسی کا گھر جلائے گا وہ اندھیرے سے نہیں بچ سکتا۔ہم دیکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے کل اپنی زندگی میں ایثار کیا آج لوگ ان کے نام پر نثار ہو رہے ہیں۔جو لوگ دوسروں کا غم کھاتے رہے آج ان لوگوں کا نام لینے سے غم دور ہو جاتا ہے۔محل بنانے والوں کے دل کھنڈر ہو گئے اور چپ چاپ رہنے والے قلندر ہو گئے...... باصفا ہو گئے!!



جو زندگی کو بوجھ سمجھتا ہے...... وہ خود زندگی پر بوجھ ہے!



آج انسان جو رکھتا ہے اُس سے زیادہ دکھانا چاہتا ہے، حالانکہ اسے چاہیے کہ جتنا دکھاتا ہے اُس سے زیادہ رکھتا ہو۔ مطلب یہ کہ بیان علم سے زیادہ نہ ہو بلکہ علم بیان سے زیادہ ہو۔ عمل پر بات کرنے سے بہتر ہے کہ بات پر عمل کیا جائے۔ دوسروں پر تنقید اور اپنے لیے تعریف کو پسند نہ کیا جائے۔ دوسروں کا تجزیہ کرنے کی بجائے اپنا تزکیہ کیا جائے۔ لوگوں کو ناکامی سے ڈرانے کی بجائے ان کو اپنی کامیابی میں شامل کیا جائے۔ غریب کو ضرورت ہے تو اسے یہ کہنے کی بجائے کہ تمہاری ضرورت اللہ پوری کرے گا اس کی ضرورت پوری کر کے کہا جائے کہ تمہاری ضرورت اللہ نے پوری کی، وہی کارساز ہے..... مسبب ہی نے تمہارے لیے سبب پیدا کیا۔ جس کا گھر دوزخ بنا ہو اسے جنت پر تقریر سمجھ نہیں آ سکتی۔ یہ بات ایمان والی نہیں کہ انسان کسی کو یہ تو بتا دے کہ جنت میں کون کون سا کھانا ملے گا اور خود اُسے کھانا کھلانا پسند نہ کرے۔



پیسہ انسان کو موت سے نہیں بچاتا..... اِس لیے زندگی کو پیسے کی نذر ہونے سے بچالینا چاہیے!



عقل مند..... عقل پر بھروسہ نہیں کرتا..... اِس لیے تو عقلمند ہوتا ہے!



اپنے دشمن پر مکمل اختیار کے وقت انسان جو سلوک اس سے کرتا ہے' وہی سلوک انسان کا ''اصل'' ہے۔ وہ سلوک اس کے نہاں کو عیاں کر دیتا ہے۔ اُس وقت ظالم بدلہ لینے میں حد سے بڑھ جاتا ہے' منصف' انصاف اور محسن احسان کرتا ہے۔ جب انسان بدلہ لینے پر قادر ہو جائے تو وہی دراصل معاف کرنے کا وقت ہوتا ہے۔ کسی کا نقصان کر کے اپنا نقصان پورا نہیں ہو سکتا مگر کسی کو فائدہ پہنچانے میں فائدہ ضرور ہو سکتا ہے۔ جو انسان دوسروں کو نوازتا ہے' اسے ضرور نوازا جاتا ہے۔ مخلص کی زندگی سے مشکل نکل جاتی ہے۔ اس کا مرتبہ لوگوں کے کام بگاڑتا نہیں بلکہ سنوارتا ہے۔ وہ دوسروں کو مٹاتا نہیں بلکہ بناتا ہے۔ وہ ڈانٹنے والا نہیں ہوتا بلکہ بانٹنے والا ہوتا ہے۔ وہ سخی ہوتا ہے' اس لیے سکھی ہوتا ہے۔ اس کا ظرف اسکا شرف ہوتا ہے۔ اس کے پاس امان ہوتی ہے......اپنوں کے لیے' غیروں کے لیے......سب کے لیے!!



عہدہ......ایک عہد ہے کہ میں اپنے سے کمزور لوگوں کا خیال رکھوں گا......
اور اگر ایسا نہ ہو تو پھر......؟
پھر عہدہ......عبرت ہے!!



اپنی بساط اور اوقات پہچان لینے والا انسان' مطمئین رہتا ہے!



آج انسان اس کوشش میں ہے کہ وہ لوگوں سے اپنا آپ منوا لے...... بات منوانے سے نہیں بنتی' ماننے سے بنتی ہے۔ جو انسان کسی کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ بڑائی ہے' اگر خود کو بڑا سمجھتا ہے تو یہ بُرائی ہے۔ نظر کمزور ہو جائے تو اپنے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا۔ انسان یہ نہیں دیکھتا کہ وہ جن کو ''بَن'' کے دکھا رہا ہے ان کا بنانے والا کون ہے۔ انسان جن کو ابنِ خادم سمجھتا ہے وہ بھی ابنِ آدم ہیں' اسی کے بھائی ہیں۔ اور اچھا انسان وہی ہے جو اپنے بھائی کو اپنے جیسا انسان سمجھے۔



اچھا انسان وہ ہے جو پیسہ بچانے کے لیے لوگوں کو استعمال نہ کرے بلکہ لوگوں کو بچانے کے لیے پیسے کا استعمال کرنا پڑے' تو کرے۔



وہ انسان جو لوگوں کو محبت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا........ لوگ اُسے محبت کی نگاہ سے کیسے دیکھیں؟



جو لوگ اپنی زندگی میں خاموش رہے آج ان کا مرتبہ بول رہا ہے۔ مسافر بن کے زندگی گزارنے والے آج دلوں میں مقیم ہیں۔ جن لوگوں نے اپنے لیے کچھ نہ چاہا آج لوگ انہیں چاہتے ہیں۔ جن لوگوں نے اپنی خواہش کا دیا بجھا دیا آج ان کے مزار پر دیے روشن ہیں۔ بڑی منزلوں کے مسافر خاموشی کے ساتھ چلتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ انسان جس مقام پر بول پڑا پھر وہیں کا مقیم ہو گیا۔ سفر صرف اُتنا جتنا ظرف...... جہاں ظرف ختم' وہاں سفر ختم!



بزدلی......ظالم میں ظلم کا حوصلہ پیدا کرتی ہے!



انسان اُن لوگوں میں نام چاہتا ہے جن کا نام بھی اِسے معلوم نہیں...... جبکہ وہ لوگ جو اِس کی دنیا ہیں اور یہ خود جن لوگوں کی دنیا ہے..... یہ اُن سے بے خبر ہے!



اپنی بساط اور اوقات پہچان لینے والا انسان، مطمئن رہتا ہے!



آج انسان دونوں ہاتھوں سے پیسہ کمانے میں مصروف ہے...... یہ کسی ظالم کا ہاتھ ظلم سے کیسے روکے گا!



دل کی گرہ........دلبر کی نظر سے کھلتی ہے!



توبہ وہ نیکی ہے........جسے گنہگار کرتا ہے!



آج کی تعلیم انسان کے لیے علم بننے کی بجائے المیہ بنتی جا رہی ہے۔ تعلیم کے نام پر انسان تحقیق اور تشکیک میں مبتلا ہے مگر تسلیم اور یقین سے محروم ہو رہا ہے۔ تعلیم اسے لوگوں سے آگے بڑھنا تو سکھا رہی ہے مگر لوگوں کے ساتھ چلنا نہیں سکھا پائی۔ آج بتایا جاتا ہے کہ زندگی ایک مقابلہ ہے حالانکہ زندگی عطا ہے۔ انسان اپنے آس پاس کے لوگوں کو اپنا حریف سمجھتا ہے جبکہ یہی لوگ ہیں جن کے ساتھ رہ کر اس نے زندگی کو بسر کرنا ہے۔ حریفوں کے ساتھ بسر ہونے والی زندگی تو ابتلا ہے۔ سکون والی زندگی وہ ہے جو دوستوں کے ساتھ بسر ہو۔ تعلیم انسان کو نمائش سے بچاتی ہے مگر آج تعلیم ہی نمائش بن چکی ہے۔ علم کا رعب اور زعم' آج کی تعلیم کا تحفہ ہے۔ آج سکول کا معیار' سکول کی فیس طے کرتی ہے۔ اور لوگ معیار بڑھانے کے لیے فیس بڑھا دیتے ہیں۔ آج انسان اپنے کردار اور افکار سے نہیں بلکہ ڈگری سے پہچانا جاتا ہے۔ یہ تعلیم ہر اُس انسان کو ڈی گریڈ سمجھتی ہے جس کے پاس ڈگری نہیں۔ یہ کیسی knowledge ہے جو اپنے علاوہ کسی کو acknowldge نہیں کرتا۔ تعلیم یہ ہے کہ انسان معاشرے میں superman بننے کی بجائے gentleman بن کے رہنا سیکھے۔ لوگوں کو surprise اور supervise کرنے کی بجائے انھیں facilitate اور accomodate کرنا سیکھے۔ ان کو اپنے علم کے چابک سے زخمی نہ کیا جائے۔ تعلیم یہ نہیں کہ انسان مشینیں بناتے بناتے خود بھی مشین بن جائے...... پیسہ بنانے کی مشین!!



اثاثہ کبھی اپنا نہیں ہوتا.......اپنے ہی اثاثہ ہوتے ہیں!



دوسروں کو اہمیت دینے والا اہم ہے........اور دوسروں سے اہمیت طلب کرنے والا احمق!



آدھا سکون......معافی طلب کر لینے میں ہے اور باقی آدھا' معاف کر دینے میں!



جو لوگوں کی نیندیں خراب کرے گا......اُسے بُرے خواب ضرور آئیں گے!



عروج........زوال کے خوف سے نکل جانے میں ہے!



دکھ دینے والے کو دعا دینے سے.........دکھ دُور ہو جاتا ہے!



مغرور کبھی مسرور نہیں ہوتا۔ اسے کیف میسر آتا ہے نہ کیفیت۔ مغرور خود پرست ہوتا ہے، خود شناس نہیں ہوتا۔ وہ کتابیں رکھتا ہے، علم نہیں۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ لائبریری کا دروازہ بند ہونے کے باوجود بھی علم کا در کھل سکتا ہے۔ دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک درویش نے ایک عالم کو علم عطا کیا۔ کتابیں پڑھا کر علم دیا جاتا ہے مگر درویش کتابیں بہا کر علم دے گیا۔ مطلب یہ کہ کتابوں کا ذخیرہ ضروری نہیں علم کا ذخیرہ بھی ہو۔ تاریخ دان ضروری نہیں کہ تاریخ ساز بھی ہو۔ دراصل علم صرف حصول ہی نہیں بلکہ نزول بھی ہے۔ حاصل شدہ علم اور ہے، نازل شدہ علم اور۔ علم، صاحبِ علم کے قرب کا نام ہے۔ علم کی تلاش اصل میں علم والے کی تلاش کا نام ہے۔ یہاں سرفراز ہونے کے لیے سرنگوں ہونا پڑتا ہے...... کتابوں کے سامنے نہیں...... کسی انسان کے سامنے!



نظر وہی جو منظر آشنا ہو...... دل وہی جو دلبر پہ فدا ہو!



آپ غصہ پی جاؤ........ ورنہ غصہ آپ کو کھا جائے گا!



خیال کی بلندی کسی کتاب سے نہیں ملتی کسی در سے ملتی ہے۔ جب تک کسی صاحبِ خیال کا قرب میسر نہ آئے اس وقت تک رفعتِ خیال کا ملنا ممکن نہیں۔ یہاں آزاد ہونے کے لیے غلام ہونا ضروری ہے۔ یہی وہ سجدہ ہے جو ہزار سجدوں سے نجات دلاتا ہے اور یہی وہ سجدہ ہے جو انسان پر گراں ہے!



بولنے کے لیے...... خاموشی کو سیکھنا پڑتا ہے!



کائنات کے ہر معمولی منظر کے اندر...... ایک غیر معمولی راز ہے!



غم............ فیض کا حصہ ہوتا ہے!



جو علم ادب نہ سکھائے......وہ جہالت ہے!



جہاں وسایل کام نہ آئیں.........وہاں وسیلہ کام آتا ہے!



پرواز وہی بھلی.........جس سے پَر نہ جلیں!



جو خود کو نہیں سمجھتا......وہی خود کو دوسروں سے بڑا سمجھتا ہے!



کسی کی خامی کو چھپا لینا اپنی خوبی ہے۔جس انسان کا باطن خوب اور خوبصورت ہو وہ لوگوں کی غلطیوں کو ان کی کمزوریاں سمجھ کر معاف کر دیتا ہے۔وہ ان کی خطاؤں اور جفاؤں کو نشر کرنے کی بجائے ان پہ صبر کرتا ہے۔وہ کسی سے بدظن ہوتا ہے نہ بدگمان۔کسی کے خلاف بولنا دراصل اپنے نفس کے حق میں بولنا ہے اور اپنے نفس کے حق میں بولنے والا ناحق بول جاتا ہے۔اس کی بات سچی ہو تو بھی جھوٹی لگتی ہے۔وہ بات جس کی بنیاد بغض ہو بے بنیاد ہوتی ہے۔جو کسی انسان کے اندر یقین build نہیں کر سکتا وہ اس کا یقینbulldoze کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا۔جو معاون نہیں بنتا وہ دشمن بھی نہ بنے۔جو کسی کا معترف نہیں وہ اس کا معترض بھی نہ ہو۔اس کو چاہیے کہ وہ لوگوں کا احتساب کرنے سے اجتناب کرے۔لوگوں سے دست و گریبان ہونے کی بجائے اپنے گریبان میں جھانکے۔کسی پر اس لیے تو غصہ نہیں کرنا چاہیے کہ وہ غصہ بہت کرتا ہے۔اصلاح اصل میں ایک روّیے کا نام ہے' مزاج کا نام ہے۔جب تک انسان میں وہ مزاج پیدا نہ ہو وہ کسی کی اصلاح نہیں کر سکتا۔اس لیے کسی کی خامی کو دور کرنے کی پہلی شرط یہ ہے کہ اس خامی کو برداشت کیا جائے۔اور جو یہ نہ کر سکے وہ اپنی خوبیوں میں اضافہ کرے......خاموش رہ کر!!



جو لوگ انصاف کے نام پر ظلم کرتے ہیں........جلد اُن کے ظلم کا انصاف ہوگا!



انسان کی زندگی کم ہو رہی ہے اور منصوبے بڑھ رہے ہیں۔ یہ جلد از جلد امیر ہونے کے لیے ضمیر اور زمین دونوں کا سودا کر رہا۔ پیسے کی محبت نے اسے سوداگر ہی نہیں سودائی بھی کر دیا ہے۔ اس کی دانائی اسے رسوائی سے نہیں بچا رہی۔ یہ روز نئے درالعلوم کھولتا ہے اور علم کے دروازے اس پر بند ہوئے جا رہے ہیں۔ یہ در در بدر بھٹک رہا ہے کیونکہ یہ بھٹک چکا ہے۔ اسے کسی در اور درگاہ پر یقین نہیں۔ یہ شاگرد ہوئے بغیر استاد ہونا چاہتا ہے۔ یہ مجسٹریٹ ہو کر بھی فرسٹریٹ رہتا ہے۔ عالم ہو کر بھی ظالم ہے کہ علم بیچ رہا ہے۔ ادیب ہو کر بھی غریب ہے کہ ادب بیچ رہا ہے۔ انسان اپنی ضروریات کو پورا کرتے کرتے اخلاقیات کی ضرورت بھول بیٹھا ہے۔ زندگی گزارنے کی فکر میں اسے یہ بھی یاد نہیں کہ زندگی تو روز گزر رہی ہے۔ اس کے دماغ میں شعور اور دل میں نور نہیں رہا۔ ہوس اور حرص نے اسے خود غرض بنا دیا۔ زندگی خرچ کر کے پیسے جمع کرنے والا اب پیسہ خرچ کر کے زندگی بچائے، پیسے کو پیسہ دینے والے کی راہ میں لگائے۔ پیسہ انسان کے لیے نجات نہیں خرید سکتا اس لیے پیسے کی محبت سے نجات بڑی بات ہے۔



باطل اُبھرتا ہے، مٹنے کے لیے......بس نور کے ظہور کا انتظار ہونا چاہیے!



رزق میں برکت یہ ہے کہ رزق پر قناعت ہو۔انسان زیادہ کے لیے تڑپنا اور مچلنا چھوڑ دے۔انسان کو چاہیے کہ کل کی فکر کرنے کی بجائے آج پر شکر کرے کیونکہ کل بھی اسی نے دینا ہے جس نے آج دیا۔انسان محلات کی خواہش اور خواہش کے محلات گرا دے۔اگر امیر خیرات بانٹ رہا ہے تو غریب خیر بانٹے۔لینے والا دینے والا بن جائے......دعا دینے والا!



انسان؛ اللہ کا نائب ہے......اب اللہ کے نائب سے جھگڑا کیسا!!



جس طرح دین میں کوئی دورائے نہیں......اُسی طرح دین میں کوئی نئی رائے بھی نہیں ہے۔دین کے حوالے سے وہ بات قابلِ قبول نہیں جس کا حوالہ دین میں پہلے سے موجود نہ ہو۔



سب سے پراثر مبلغ کا نام......"کردار" ہے۔



زندگی اولمپیک گیمز میں ہونے والی ریس نہیں کہ آگے نکلنے والا جیت جائے۔ زندگی دو پہلوانوں کا اکھاڑہ بھی نہیں کی ایک دوسرے کو پچھاڑنے کی کوشش کی جائے۔ یہاں کسی کا کسی کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں۔ سب کی اپنی اپنی زندگی ہے اور اپنی اپنی قسمت۔ انسان دنیا میں ٹھہر نہیں سکتا چاہے کتنا دوڑ لے۔ تیز بھاگنے والا بھی اپنے انجام سے نہیں بھاگ سکتا۔ جھونپڑی میں رہنے والا وقت سے پہلے نہیں مر سکتا اور محل میں رہنے والا وقت کے بعد نہیں رہ سکتا۔ خود کو دوسروں سے برتر سمجھنے والا خود سر بھی ہمیشہ نہیں رہتا۔ عہدہ کم ظرف آدمی کو مردہ کر دیتا ہے کہ وہ مرنے سے پہلے ہی اکڑ جاتا ہے۔ اس کا پیسہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے کہ بیچارہ کسی کو جھک کے نہیں مل سکتا۔ اس کے لیے حلال اور حرام کچھ نہیں ہوتا بس کم یا زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن ایسا نہیں ہے' زندگی میں صرف پیسہ نہیں ہے......اور بھی بہت کچھ ہے' اگر انسان غور کرے!



تزکیئے کے بغیر تبلیغی جماعتیں تو ہو سکتی ہیں' تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ تبلیغ حکم سے ہوتی ہے ......تزکیہ کرنے والے کے حکم سے!



آنکھ میں بصارت ہے اور دل میں بصیرت...... بصارت کمزور پڑ جائے تو کم دکھائی دیتا ہے اور بصیرت کمزور پڑ جائے تو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ کور چشم ہونا بیماری ہے اور کور قلب ہونا' عذاب !!



لوگوں کو اپنے مرتبے سے خوفزدہ کرنے والا شخص......ظالم ہے!



توبہ' اپنی عاقبت کا وہ فیصلہ ہے...... جو انسان خود کرتا ہے!



تنگ دستی بُری نہیں ہوتی...........تنگدلی بُری ہوتی ہے!



قیدی وہ ہے جو پیسہ بنانے کی فکر میں گرفتار ہے۔اس نے کیا دیکھنا ہے کہ پرندے ہوا میں کیسے اڑتے ہیں۔چمن میں پھول کیسے کھلتے ہیں...... پہاڑوں سے دریا کیسے نکلتے ہیں۔زندگی تمام تر رعنائیوں کے باوجود کیسے تاریک ہوجاتی ہے اور زندگی کو تمام تر تاریکیوں کے باوجود کیسے روشنی عطا ہوتی ہے۔اسے کیا معلوم کے کارخانہء زیست کیسے چل رہا ہے'اس کی زیست تو اس کا کارخانہ ہے' بس وہ چلنا چاہیے۔کاروبار میں لت پت انسان' انسانوں میں بھی کاروبار کے علاوہ کچھ نہیں دیکھتا۔اس کی نظر انسان پر اس طرح پڑتی ہے جیسے قصائی کی بکرے پر۔دراصل بیوپار کی زندگی اور چیز ہے اور پیار کی زندگی اور چیز۔جو صرف اپنے فائدے کے لیے جی رہا ہے اس کے جینے کا بھی کیا فائدہ۔انسان کو بڑا گھر چاہیے' چاہے اس کے لیے چھوٹا انسان کیوں نہ بننا پڑے۔یہ چھوٹے گھر میں بڑا انسان بن کے نہیں رہ سکتا!



خودشناسی کا سفر' کسی خودشناس کے ذریعے طے ہوتا ہے......بصورتِ دیگر انسان خود شناسی ہی کے نام پر خودفریبی میں داخل ہوجاتا ہے!



بڑا دل رکھنے والوں پر لازم ہے کہ......اُن لوگوں پر شفقت کریں جو چھوٹا ذہن رکھتے ہیں!



یااللہ! لوگوں کی تنقید سے مایوسی پیدا نہ ہونے دینا......اور لوگوں کی تعریف سے غرور پیدا نہ ہونے دینا۔
یااللہ! اظہارِ رائے کی توفیق سے پہلے اختلافِ رائے کو برداشت کرنے کی توفیق بخشنا۔
یااللہ! مجبور ہونے سے بچانا......مغرور ہونے سے بچانا۔
یااللہ! دعا مانگنے سے پہلے......مانگنے کا شعور دینا۔
یااللہ! دربدر ہونے سے بچانا......کسی در کا سنگِ در بنانا۔



نیکی، نیک نامی نہیں.........نیکی، نیک نیتی کا نام ہے!



دن میں بصارت کُھلتی ہے......اور رات میں بصیرت!



جہاں طاقت استعمال کرنے کا موقع ہو...... وہاں ظرف استعمال کرنا چاہیے!



انسان کا گزر بسر اس لیے مشکل ہو گیا ہے کہ یہ زندگی کو اپنی مرضی سے بسر کرنا چاہتا ہے۔ دوسروں کی خوشیاں اس کا غم بنتی جا رہی ہیں۔ دوسروں کو آسائش میں دیکھ کر یہ خود کو آزمائش میں ڈال رہا ہے۔ دُور اندیشی کا دعویٰ رکھنے والا انسان قریب نہیں دیکھتا۔ اسے دُور کے محلات نظر آتے ہیں' قریب کے کھنڈرات نہیں۔ انسان یہ سمجھ رہا ہے کہ اس کے علاوہ سب خوش ہیں، سبھی سُکھی ہیں۔ یہی وہم اس کا غم بن چکا ہے۔ یہ پیسہ یوں کما رہا ہے مانو پیدا ہونے کا مقصد' پیسہ کمانا ہو۔ مگر ایسا نہیں ہے' زندگی پیسہ نہیں ہے اور نہ پیسہ زندگی ہے۔ غریبی میں رہ کر لوگ غریب نواز ہوئے ہیں۔ امیر ہو کر لوگ حقیر ہوئے ہیں۔ انسان خود کو دیکھے کہ وہ کہاں ہے۔ جو خوشی دوسروں کو محل میں مل رہی ہے' وہی اسے اپنی جھونپڑی میں ملے گی کیونکہ اطمینان اور تسکین باہر نہیں' اس کے اندر ہے۔ سکون مکان کے اندر نہیں' بلکہ مکین کے اندر ہے۔ جس نے اسے دریافت کر لیا وہی پرسکون ٹھہرا۔



حُسنِ گویائی...... کم گویائی کا نام ہے۔



گستاخی....... ہلاکت کا مترادف ہے!



خود کو آزاد سمجھنے والا انسان بھی یہ نہیں سمجھتا کہ وہ اپنے اس خیال کا پابند ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ وہ کسی کو نہیں مانتا' وہ بھی دراصل کسی کی مان کر ہی یہ کہتا ہے۔ مانو نہ مانو' ماننا انسان کی مجبوری ہے۔ خوش قسمتی یہ ہے کہ انسان اپنے علاوہ کسی کو مان لے یا کم از کم کسی کی مان لے۔ جلوہ دراصل کسی دوسرے کی نظر سے دیکھنے کا نام ہے۔ اپنی نظر تو ایک حجاب ہے۔ جس کا منظر ہے' اُس کے اندازِ نظر سے دیکھنا ضروری ہے اور اس کا انداز کیا ہوگا' یہ اپنے اندازے کا نام نہیں۔ اس کے لیے اپنے علاوہ کسی دوسرے کو ماننا پڑے گا۔ سیدھا راستہ درحقیقت کسی کا بتایا ہوا راستہ ہوتا ہے۔ خیالِ لطف بھی تو لطفِ خیال ہے اور یہ کسی لطیف انسان کی نگاہِ لطف کے بغیر ممکن نہیں۔ جسے کوئی سنگِ در نہ ملے وہی تو سنگ دل ہوتا ہے...... اور سنگ دل' تنگ دل بھی ہوتا ہے اور تنگ نظر بھی۔



ابلیس...... انسان کا منکر ہوا...... اور شیطان ہو گیا!



زہر کھانے والا بچ سکتا ہے...... حق کھانے والا نہیں بچ سکے گا!



وہ بھی کیا انسان ہے جو دل میں درد اور آنکھ میں اشک نہیں رکھتا۔ جسے کسی کا احساس ہو نہ پاس۔ جو صرف لین دین کا عادی ہو اور اس کے سوا کسی سے کچھ لینا دینا نہ ہو......جس کی نظر میں قدر صرف پیسے کی ہو۔ جو اپنے علم پر غرور رکھتا ہو اپنی نیت میں فتور رکھتا ہو۔ جو خود کو دوسروں سے برتر سمجھے جو دوسروں کو خود سے کمتر سمجھے۔ جو دولت کو زندگی سمجھ کر زندگی جیسی دولت سے محروم ہو جائے۔ اس انسان کی بے بسی اور بے حسی کے بارے میں کیا کہا جائے۔ ایسے انسان کے لیے بس دعا کی جا سکتی ہے۔ دعا یہ کہ وہ لالچ کے دوزخ سے آزاد ہو جائے۔ اس سے پہلے کہ زندگی کا سورج غروب ہو وہ سورج کے نکلنے اور ڈوبنے کا منظر تو دیکھ جائے۔ اُس کے دل کو بینائی اور زندگی کو رعنائی مل جائے۔ وہ دیکھ سکے کہ چہرے کتنے خوبصورت ہوتے ہیں اور وہ کون سا چہرہ ہے کہ جدھر رخ کرو......وہیں ہے!!



شُکر وہ ہے......جو بلا مشروط ہو!



جو لوگ ہماری طرح نہیں سوچتے......ہمیں اِس لیے اُن سے جھگڑا نہیں کرنا چاہیے کہ آخر ہم بھی تو اُن کی طرح نہیں سوچتے!



لوگوں سے عزت طلب کرنا ذلت ہے...... عزت یہ ہے کہ خود لوگوں کو عزت بخشی جائے!



ہر مقرر، مقرب ہو ضروری نہیں......اور ہر مقرب، مقرر ہو...... یہ بھی ضروری نہیں!



نہ دیکھنے والی چیز کو دیکھنا بد نگاہی ہے......اور دیکھنے والی چیز کو نہ دیکھنا کم نگاہی!!



نظر، نظارہ دیکھنے کے لیے ہے......لوگوں کے عیب دیکھنے کے لیے نہیں!



انسان نے کبھی اِس بات پر غور کیا کہ پھول میں خوشبو اور دل میں جستجو کیسے پیدا ہوتی ہے۔ چہرہ' کس طرح نظر سے گزر کر دل میں اُتر جاتا ہے۔ فراق اور وصال کیوں ہے' ماضی اور حال کیوں ہے۔ دل میں جلوہ آرائی کیونکر ہوتی ہے' آنکھ تمنائی کیونکر ہوتی ہے۔ انسان کے لیے یہ کائنات ایک دعوتِ فکر ہے......بس یہ فکرِ معاش سے نکل کر دیکھے!



جس کا علاج کوئی نہ ہو......اُس کا علاج "نگاہ" ہے!



انسان انہماک کے ساتھ جسے ایک ہزار سال تک سن سکتا ہے......وہ ہے' اپنی تعریف !!



خوشحال وہ ہے......جو خوش خیال ہے!



ہم دیکھتے ہیں کہ ہمیں زندگی سے کیا مل رہا ہے' ہم یہ نہیں دیکھتے کہ زندگی کو ہم سے کیا مل رہا ہے۔ ہم اپنی زندگی کو پُرتکلف بنانے کی کوشش میں خود اسے تکلیف سے گزارتے رہتے ہیں۔ ہم خواہشوں کا بوجھ ہلکا نہیں کرتے' خواہشات کو پورا کرنے کی خاطر ہلکان بلکہ ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ہم غم سے بھاگتے ہیں اور غم ہمارے ساتھ ساتھ بھاگتا ہے۔ ہم سوچ کر ٹھہرتے ہیں' نہ ٹھہر کر سوچتے ہیں۔ ہم جلدی سے امیر ہونے کی کوشش میں جلدی جلدی غریب ہو رہے ہیں۔ ہم دوسروں کو اپنے جیسا انسان سمجھتے ہیں نہ خود کو دوسروں جیسا انسان۔ اپنی برتری کے احساس نے ہم کو بے حس بنا دیا۔ ''حاصل'' کو زندگی سمجھنے والے نے زندگی سے کیا حاصل کیا۔ وقت کا تقاضا یہی ہے کہ ہمیں علم اور مرتبے کے زعم سے نکلنا ہوگا۔ ہمیں جاننا ہوگا کہ ہماری زندگی' ہم سب کے دم سے ہے۔ ہم صرف اپنے لیے نہیں ہیں...... بلکہ ہم ایک دوسرے کے لیے ہیں!!



جب انسان کے اندر سکون آجائے..... تو انسان' سکون کے اندر آجاتا ہے!



دوا..... کوشش کا نام ہے..... اور شفا' نصیب کا نام!!



زندگی نے جب بسر ہونا ہے تو کیوں نہ اِسے محبت کے ساتھ بسر کیا جائے۔روٹھنے والوں کو منا کر منانے والوں سے روٹھنا بند کر دیا جائے۔زندگی کو حریص نظروں سے دیکھنے کی بجائے کیوں نہ زندگی کو پیار کی نظر سے دیکھا جائے۔محبت کا ارادہ کیا جائے'اپنے آپ سے وعدہ کیا جائے کہ ہم لوگوں کی خامیوں سے درگزر کریں گے تا کہ لوگ بھی ہماری خامیوں سے درگزر کر سکیں۔ہم دوسروں کو دل میں جگہ دیں گے تا کہ ہمیں بھی کسی دل میں جگہ مل سکے۔ہم لوگوں کی زندگی پر تنقید کیے بنا اُن کی زندگی کے لیے کچھ کریں گے۔



جس چیز کی قیمت لگ چکی ہو......وہ چیز قیمتی نہیں ہوتی!



زندگی اِتنی مختصر ہے کہ...... اِس میں کسی کو ناراض کرنے کا وقت ہے نہ کسی سے ناراض رہنے کا!



خاک کے وہ ذرّے جو کسی مسافر کے جوتوں کے ساتھ چمٹ جاتے ہیں' سفر طے کرنے لگتے ہیں۔ کسی بادشاہ کے طفیل کمزور اور ناتواں ذرّات' محلات کی سیر کر لیتے ہیں۔ وہ ذرّے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ حرکت نہیں کر سکتے اگر کسی سیاح کے پیروں کو چومنے والے بن جائیں تو دنیا گھومنے والے بن جاتے ہیں۔ سالک انہی ذرّوں کی طرح سفر طے کرتا ہے۔ وہ قدموں سے لپٹا رہتا ہے اور اُس کا سفر طے ہوتا رہتا ہے۔ جو جس جگہ پر قدموں سے جدا ہو جائے' وہ وہیں کا ہو رہتا ہے۔ دراصل وہ وہیں کا نہیں رہتا...... بلکہ کہیں کا نہیں رہتا!!



حضورﷺ پر قربان ہونے کی خواہش ہی شریعت ہے...... یہی طریقت ہے' یہی حقیقت ہے اور یہی معرفت ہے!



عمل نجات کا سبب ہو......تو بھی نجات کا فیصلہ نہیں ہے!



محبوب، توحید کی وضاحت ہے......یہی وہ رہنما ہے جو انسان کو کثرت سے وحدت کی طرف لا سکتا ہے!



جہاد پر تقریر کرنے والا مجاہد نہیں ہوتا......مقرر ہوتا ہے!



جو غریب شناس نہ ہو...... وہ غریب نواز بھی نہیں ہوتا۔ چونکہ غریبی، پیسے کی کمی کا نام نہیں اِس لیے پیسے بانٹنے کا نام غریب نوازی نہیں!



اللہ عبادت کو رد کر سکتا ہے......مگر اللہ اپنے حبیب ﷺ سے محبت کو کبھی رد نہیں کرتا ......کیونکہ وہ خود اِس محبت میں شامل ہے!



اچھا انسان وہ ہے جو سخی بن کے زندگی گزارے کیونکہ اُس کا مال' سائلوں اور ضرورتمندوں کے کام آتا ہے۔ سب سے بُرا آدمی بخیل ہے کہ اُس کا مال سوائے چوروں کے کسی اور کے کام نہیں آتا۔



جو صرف وفا کے بدلے وفا کرے...... وہ تاجر ہے' جو اِس ہاتھ دے اور اُس ہاتھ لے والے عمل پر عمل پیرا ہے!



لوگوں سے آگے بڑھنے کی خواہش......لوگوں کو پیچھے چھوڑنے کی حماقت کے سوا کچھ نہیں!



اشیاء کی محبت میں گرفتار شخص ہی قیدی ہے......اُس کی سزا یہ ہے کہ وہ اپنی جان' بے جان چیزوں کے اندر اٹکا کر رکھے!



موجود لمحے میں جو شخص انسان کے ساتھ ہے وہ ساری انسانیت کا نمائندہ ہے۔ایسا نہ ہو کہ وہ اس کی توجہ کا منتظر ہو اور انسان' انسانیت کو درپیش مسئلوں ہو پر غور کرتا رہے۔اگر کوئی اپنا دکھ بانٹنے آجائے تو اُسے کہے کہ ٹھہر کے آنا ابھی میں اخبار میں یہ پڑھ رہا ہوں کہ لوگ کتنے دکھ میں ہیں۔امتِ مسلمہ کی فکر کا مطلب ہے کہ امت کے فرد کی فکر کی جائے۔ایسے فرد کی جو ضرورتمند ہو۔اس بات کے لیے تنظیموں کی ضرورت نہیں ہے کہ اکثر وہ ضرورت کی تنظیمیں ہوتی ہیں۔خدمت' فرد سے شروع ہونی چاہیے اور یہ خدمت' امتِ مسلمہ کی خدمت ہے!



نیکی کا آدھا سفر پڑوسی کے حقوق ادا کرنے میں ہے......اور باقی آدھا پڑوسی کو اپنے حقوق معاف کر دینے میں!



غریب وہ ہے...... جو دوسروں کو غریب سمجھے!



زندگی عطا ہے......اور عطا پر گلہ نہیں' شکر کیا جاتا ہے!



خدا نے بولنے کی صلاحیت میٹھا بول بولنے کے لیے دی ہے۔ تلخ لہجہ، زندگی میں تلخیاں بڑھانے کے سوا کچھ نہیں کرتا۔ انسان کا شرف یہ نہیں کہ وہ آگ کی طرح بھڑکتا اور شعلوں کی طرح تھر کتا رہے۔ بلکہ اس کا شرف پھول کی طرح کھِلنا اور خوشبو کی طرح بکھرنا ہے۔ انسان لڑنے اور بھڑنے کے لیے نہیں ہے بلکہ سنورنے اور نکھرنے کے لیے ہے۔ بات کر کے دل سے اترنے سے بہتر ہے کہ خاموش رہا جائے۔ انسان کا شرف تو یہ ہے کہ بات کرتا ہے اور دل میں اترتا ہے۔ جو پیار کے بول، بول کر گیا اصل میں وہی انسان پیارا ہے!



نبی پر اُترنے والا دین زندہ ہو اور نبی جس پر دین اُترا، زندہ نہ ہو، ایسا نہیں ہوتا...... دین پیغمبر کو لے کر نہیں آتا...... پیغمبر دین کو لے کر آتا ہے!



محبت کرنے والا عمل نہیں، بلکہ ہونے والا عمل ہے...... محبت میں انسان فاعل نہیں، بلکہ مفعول ہوتا ہے!



ہم نے یہاں اِس خیال کے ساتھ رہنا ہے کہ ہم نے یہاں رہنا نہیں بلکہ جانا ہے۔ یہاں طویل رہنے والی کوئی بات نہیں سو یہاں کسی خواہش کوطول دینے والی بات بھی کوئی نہیں۔ یہاں پانا کیا اور کھونا کیا' ہنسنا کیا اور رونا کیا۔ یہ وہ جگہ ہے جہاں اپنی کامیابیوں کا جشن منانے والے بھی چلے جاتے ہیں اور اپنی ناکامیوں کا رونارونے والے بھی۔ کیسے کیسے قافلے یہاں سے چلے گئے مگر یہاں کی رونقیں کم ہو سکیں نہ ویرانیاں۔ دوست بنتے گئے اور بچھڑتے گئے' درد سمٹتے گئے اور بکھرتے گئے۔ کیا کیا نہ ہوا یہاں اور کیا کیا نہ ہوگا یہاں۔ وہ کون سے صحرا ہیں جو ریت سے اٹ نہ جائیں گے۔ کون سی بہاریں ایسی ہیں جن میں پھول نہ کھلیں گے۔ یہاں دوست اور دشمن سب ملیں گے۔ وفا ختم ہوگی نہ جفا۔ یہاں ہر دور' یہی طور رہے گا۔ یہاں دل لبھانے والے بھی ہوں گے اور دل جلانے والے بھی۔ دعا اور دغا دینے والے سب رہیں گے۔ ہمدم! تیرے اور میرے نہ ہونے سے بھی یہ کارِ دنیا اِسی طرح چلتا رہے گا جیسے تیرے اور میرے ہوتے چل رہا ہے۔ آؤ کوشش کریں کہ جب تک ہم یہاں ہیں محبت کے ساتھ رہیں گئے اور جب جائیں تو محبت کے ساتھ جائیں گے!!



جس کے وسیلے سے دعا قبول ہونی ہے..... کیوں نہ دعا کے وسیلے سے اُسی کو مانگ لیا جائے!



محبوب کو کسی سے تشبیہ نہیں دی جا سکتی......کیونکہ محبوب کا مثل کوئی نہیں!



حکم میں دلیلیں اور تاویلیں نہیں چلتیں.......صرف حکم چلتا ہے!



اگر بولنے والا اظہارِ رائے کا حق رکھتا ہے.....تو سننے والا اختلافِ رائے کا حق بھی رکھتا ہے!



حضور ﷺ کی شان میں ادب کی کمی، بے ادبی ہے.....اور ادب کی انتہا، ادب کی ابتدا ہے!



مخدوم خدمت کرنے والے کا نام ہے اور محترم' احترام کرنے والے کا نام۔ معزز وہ ہے جو دوسروں کو عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہو۔ بڑے لوگ' دوسروں کو چھوٹا ثابت نہیں کرتے۔ وہ اپنے نام کی تنظیمیں نہیں بناتے بلکہ تنظیمیں اُن کے نام پر بنائی جاتی ہیں۔ وہ کسی انجمن کی بنیاد نہیں رکھتے کیونکہ ساری انجمن آرائی اُنہی کے دم سے ہے۔ اُن کے افکار اور کردار میں کہیں فرق نظر نہیں آتا۔ وہ روایت کو صرف بیان نہیں کرتے بلکہ روایت قائم کرتے ہیں۔ وہ لوگوں میں اپنی شان بیان نہیں کرتے بلکہ لوگوں کی خدمت کرتے ہیں۔ اُن کی عبادت میں اخلاص اور خدمت میں خلوص ہوتا ہے۔ اس لیے وہ مخلص بھی ہوتے ہیں اور مخدوم بھی!



بندوں سے جیتنے کی خواہش کا مطلب ہے......
خواہش جیت گئی......اور بندہ ہار گیا!



پڑوسی کو وہی بھولتا ہے.....جسے خدا' یاد نہ ہو!



بہرہ سن نہیں سکتا' مگر سمجھ سکتا ہے......جبکہ بے بہرہ سن سکتا ہے' مگر سمجھ نہیں سکتا!



ہمارے بزرگوں نے جو مقام حاصل کیا وہ اپنی جگہ مگر سوال یہ ہے کہ ہم نے کیا کیا...... کیا ہم ان کے علم پر صرف فخر کرتے رہیں گے یا کبھی عمل بھی کر پائیں گے۔ ہم یہ جانتے ہیں کہ وہ کون اور کیا تھے' کیا ہم یہ جانتے ہیں کہ ہم کون اور کیا ہیں؟۔ کون ہے جو بزرگوں جیسا مرتبہ نہیں چاہتا' مگر وہ کون ہے جو اُن جیسا کردار چاہتا ہو۔ وہ محبت کی دنیا میں رہتے تھے اور ہم دنیا کی محبت میں رہتے ہیں۔ وہ لوگوں کی خدمت چاہتے تھے اور ہم لوگوں سے خدمت چاہتے ہیں۔ ہمارے بزرگ ہماری عقیدت میں ہیں مگر ہمارے عمل میں نہیں ہیں...... اور یہی بات انسان کو فیض سے محروم رکھتی ہے۔



جنت' محبوب نہیں ہے...... بلکہ محبوب سے محبت رکھنے کا ایک انعام ہے!



جس پہ فیض کی نظر ہوتی ہے...... اُس کی نظر میں فیض ہوتا ہے!



منافق اُس انسان کو کہتے ہیں جو کسی کے گلے بھی ملے...... اور اُس کا گِلہ بھی کرے!



جان کا قتل تو ظلم ہے ہی مگر چھوٹے موٹے قتل تو انسان روز کرتا ہے۔ کسی کی آس اور امید کا قتل بھی ظلم ہے۔ ایک سائل ایک آس لے کر ہمارے پاس آیا اور ہم نے اس کی آس کو قتل کر دیا۔ اسی طرح غریب کو غریب سمجھ کر اس کی عزتِ نفس کو ذبح کر ڈالا...... کسی کی کوئی خامی ہم پر عیاں ہوگئی اور ہم چوک میں اس کا ڈھول بجانے بیٹھ گئے۔ اللہ انسان کو توبہ کا موقع دے رہا ہے، انسان نہیں دیتا۔ کسی انسان میں توبہ کا احساس پیدا ہونے سے قبل ہم اس احساس کو قتل کر دیتے ہیں۔ اللہ ہمیں توفیق دے کہ ہم لوگوں کی امیدیں زندہ رکھیں اور انھیں اپنے الفاظ سے زخمی نہ کریں...... ہم سائل کی قدر کریں اور غریب کی انا مجروح نہ کریں...... انھیں اس طرح جینے کا حق دیں جیسے کہ ہم خود بھی جی رہے ہیں!



مصیبت، صبر کا سبب ہے...... اور صبر، قُربِ الٰہی کا سبب...... جو شے، قربِ الٰہی تک لے جائے وہ مصیبت نہیں ہوتی!



نیکی کا بہترین صلہ یہ ہے کہ انسان صلے کی فکر سے بھی آزاد ہو جائے!



اگر سورج مغرب سے طلوع ہو جائے انسان اس کی طرف فوراً متوجہ ہو جائے گا۔ اسے ایک بڑی بات اور بڑی خبر بنا دے گا' لیکن اس کے برعکس لاکھوں سالوں سے سورج ایک ہی طرح اور ایک ہی طرف سے نکلتا اور ڈوبتا آ رہا ہے اس کے لیے بڑی بات نہیں ہے۔ رات ہوتی ہے تو ہوتی جا رہی ہے' دن آتا ہے تو آتا جا رہا ہے...... صدیوں سے پھول کھلتے جا رہے ہیں' دریا نکلتے جا رہے ہیں لوگ ملتے اور بچھڑتے جا رہے ہیں' چاند کروڑوں سال سے وہی چاند ہے...... ستارے ویسے ہی روشن ہیں جیسے کئی صدیاں قبل تھے۔ کائنات بدل رہی ہے مگر کائنات بدل نہیں رہی۔ آج بھی عورت کی وجہ سے اسی طرح قتل ہو جاتے ہیں جیسے دنیا کا پہلا قتل ہوا تھا۔ آج بھی آدمی خود پر ظلم کرتا ہے اور آج بھی دعا وہی ہے "ربّنا ظلمنا انفسنا......"۔ کتنا کچھ بدلتا ہے مگر کچھ بھی نہیں بدلتا۔ انسان حالات بہتر کرتا ہے تو حالت بگڑ جاتی ہے اور حالت کو اچھا کرنا چاہے تو حالات اچھے نہیں رہتے۔ لیکن زندگی' وہی زندگی ہے جو تھی...... اور یہی بات بڑی بات ہے۔ کرشمہ کسی غیر فطری امر کے رونما ہونے کا نام نہیں بلکہ ہر شےء کا اپنی فطرت کے اندر رہنا ہی بڑا کرشمہ ہے اور اسی کا نام قدرت ہے۔ وہ کون ہے جو کائنات کا Rhythm برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کتنی بڑی خبر ہوگی ہمارے لیے اگر ہمیں یہ پتہ چل جائے کہ کل چاند اور زمین آپس میں ٹکرانے والے ہیں' مگر ہم اس بات پر غور نہیں کرتے جو اس سے بھی بڑی ہے اور وہ یہ کہ چاند اور زمین صدیوں سے کبھی آپس میں نہیں ٹکرائے بلکہ اپنے اپنے مدار میں گردش کر رہے ہیں...... اور کر رہے ہیں تو کرتے ہی جا رہے ہیں۔ کائنات کا Rhythm سوچنے والوں کے لیے کتنی بڑی بات ہے...... آخر ہم سوچتے کیوں نہیں!!



عشق مجازی اور حقیقی میں بحث کیا......اصل میں بندہ ہی مجازی یا حقیقی ہوتا ہے......بندہ مجازی تو عشق، مجاز......اور بندہ حجازی تو عشق......حقیقت!!



محبت خلوص سے ظاہر ہوتی ہے.........جلوس سے نہیں!!



ترکِ وفا کے لیے صرف ایک وجہ درکار ہے......اور وہ یہ کہ انسان خود بے وفا ہو!



انسان کا پہلا دن وہ ہوتا ہے......جس دن وہ اپنی انا کے خول سے باہر نکلتا ہے!



پانی......بغیر پیاس کے سمجھ نہیں آتا!



علم کی محبت، محبت کا علم نہیں سکھا سکتی......اور نہ عمل کی محبت، محبت کا عمل پیدا کر سکتی ہے!



احساسِ کمتری انسان کو کمتر کر دیتی ہے......اور احساسِ برتری، بدتر!



فیض یہ بھی ہے کہ انسان غصہ کرنا چھوڑ دے اور غصہ کرنے والے کو برداشت کر لے......جب کوئی گرم مزاج انسان، نرم مزاج ہو جائے......تو یہ بھی فیض ہے!



گناہ......ہونے سے پہلے سراب ہے......اور ہونے کے بعد عذاب!



اختیار حاصل کرنے کی خواہش جب انسان پر اختیار حاصل کر لیتی ہے تو وہ غلام ہو جاتا ہے......اپنے نفس کا غلام!



کسی صوفی تک پہنچنے والا خود بھی صوفی ہوتا ہے۔ غیر درویش کسی درویش کے ساتھ زیادہ دیر نہیں چل سکتا۔ اور وہ انسان جس کے مزاج کے اندر درویشی ہوگی وہ کسی درویش سے زیادہ دیر دور نہیں رہ سکتا...... کوئی بھی جنس غیر جنس میں نہیں رہ سکتی اور نہ کوئی جنس اپنی جنس کے بغیر رہ سکتی ہے!



جس میں حوصلہ نہ ہو، وہ کسی کی حوصلہ افزائی نہیں کر سکتا...... حوصلہ افزائی کرنا، بڑے حوصلے کا کام ہے!



انسان، اللہ کا ارادہ ہے...... اور اللہ کا ارادہ کتنا عظیم ہوتا ہے، یہ اندازہ کرنا انسان کے بس کی بات نہیں!



مخلوق، خالق کی طرف جانے والا ایک راستہ ہے...... اور اِس راستے کے ساتھ اُلجھنے والا راستے ہی میں گم ہو جاتا ہے!



ہماری زندگی میں کچھ آسانیاں اور کچھ خوشیاں دوسروں کی امانت ہیں جو مرنے سے پہلے اُن تک پہنچانا ضروری ہیں۔اسی طرح کچھ دکھ اور تکلیفیں جو ہمارے لیے ہیں کسی اور کے پاس ہو سکتی ہیں۔ یہ ڈاک کہیں اور سے آنی ہے اور عقلمند انسان وہ ہے جو ڈاکیے سے جھگڑا کرنے کی بجائے مہربان ہو کر اپنی ڈاک وصول کرے۔



نمبر One بننے کی کوشش میں انسان یہ بھی بھول جاتا ہے کہ اُس کے بعد پھر ZERO ہے!



انسان سب کو راضی نہیں کر سکتا.....مگر خود تو سب پہ راضی ہو سکتا ہے!



نیکی کا خیال.....'خیال' کی نیکی ہے!



رات...... وہ نعمت ہے جو انسان کی زندگی میں اُجالا لاتی ہے!



آسمان سے گرنے والا بچ سکتا ہے......نظر سے گرنے والا نہیں!



کوئی سفر ایسا نہیں......جو طے نہ ہو سکے!



دنیا کی خواہش رکھنے والا اپنے اندر خواہش کی دنیا رکھتا ہے۔ مادہ پسندی اُسے مادہ پرستی تک لے جاتی ہے اور ایسا انسان بالآخر انسانوں کو چھوڑ کر اشیاء کا ہو جاتا ہے!



لالچی اگر خزانچی ہو جائے......تو خزانہ خالی سمجھو!



جب دوست رخصت ہونے لگ جائیں کم از کم اس وقت انسان کو دشمنوں سے توبہ کر لینی چاہیے۔اصل میں یہاں دوست رکتے ہیں نہ دشمن ہی ٹھہرتے ہیں۔ زندگی دوستوں اور دشمنوں کے درمیاں رہتی ہے مگر زندگی پھر بھی رواں دواں رہتی ہے۔ انسان مفاد کی خاطر خود اپنے دشمن پیدا کرتا ہے اور دشمنی انسان کو مزید مفاد پرست بننے پر مجبور کر دیتی ہے۔ یہ نہ چاہتے ہوئے بھی نہ چاہنے والوں کے بارے میں سوچنا شروع کر دیتا ہے۔دشمنوں کا ڈر اسے ہر وقت ڈراتا ہے'اسے لگتا ہے کہیں نہ کہیں' کوئی نہ کوئی سازش اس کے خلاف پروان چڑھ رہی ہے۔ دوستوں سے محروم انسان واہموں اور وسوسوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ یوں اس کی زندگی سے اطمینان اور سکون روٹھ جاتا ہے اور یہ تنہا ہو کر رہ جاتا ہے۔زندگی سے دوستی رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ دوستوں کو زندگی میں رکھا جائے تا کہ انسان مطمئن اور پرسکون رہ سکے۔



ایمان کی دولت رکھنے والا......دولت پر ایمان نہیں رکھتا!



شائستہ گفتگو کا مطلب ہے کہ انسان کے الفاظ......اس کے مخاطب سے کم ہوں۔



تنقید برائے اصلاح کرنے والا......تعریف برائے اصلاح کیوں نہیں کرتا؟



جیب تنگ نہیں ہوتی......دل تنگ ہو جاتا ہے!



انسان کے اندر کا خلاء......سوائے محبت کے اور کوئی شئے پُر نہیں کر سکتی۔



سکون دنیا حاصل کرنے میں نہیں ہے......بلکہ "حاصل" کی دنیا سے آزاد ہونے میں ہے!



حادثہ' موت کا سبب نہیں ہوتا.......موت' حادثے کا سبب ہوتی ہے!



مسافر کی بقا اس کے سفر میں ہے۔ اس کے لیے منزل یہی ہے کہ وہ سفر کرتا رہے۔ اس کے دل میں کسی مقام اور مکان کی آرزو جنم نہ لے۔ وہ دنیا کے اندر روشنی دیکھے مگر ان روشنیوں کے اندر کھو کر رہ نہ جائے جو دنیا ہی کا ہو کر رہ نہ جائے۔ وہ اپنے دل کا دیا روشن رکھے اور سفر جاری۔ چلتا رہے اور جلتا رہے...... جلتا رہے اور چلتا رہے۔ جس نے اپنا سفر جاری رکھا اور چلتے چلتے چلا گیا...... وہ صاحبِ منزل ٹھہرا۔



حُسنِ تخلیق...... حسن کی تخلیق سے عیاں ہے!



سائنس، آنکھ کو سمجھ سکتی ہے...... آنسوؤں کو نہیں!



کم ظرف، لوگوں کے ساتھ لڑتا ہے...... اعلیٰ ظرف اپنے نفس کے ساتھ!



نیکی... شاعری نہیں کہ داد طلب کی جائے!

○ ○ ○

آسانیاں تقسیم نہ کی جائیں... تو مشکلیں جمع ہو جاتی ہیں!

○ ○ ○

حق دینے کا طریقہ یہ ہے کہ حق سے زیادہ دیا جائے!

○ ○ ○

جو دوسروں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا... وہ دوسروں پر بوجھ ہے!

○ ○ ○

اپنی خوبی کا بیان... اپنی خامی کا اعلان ہے!

○ ○ ○

زندگی کو محبوب سمجھنے والا اور ہوتا ہے... محبوب کو زندگی سمجھنے والا اور!!



درِ احساس
پبلیکیشنز
509, H-2 Johar Town, Lahore.
Cell: 0321-4242709